ابوالکلام آزاد

کی

تاریخی شکست

تحریک پاکستان کا ایک ناقابل فراموش باب

ترتیب

محمد جلال الدین قادری

مکتبہ رضویہ لاہور

دار المطالعہ
کتاب نمبر 244

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب ــــــ ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست (روداد مناظرہ ۲۶ ۱۱

مرتب ــــــ محمد جلال الدین قادری

تقدیم ــــــ مختار جاوید

کتابت ــــــ عبدالقیوم

پروسس ــــــ حافظ پروسس

پروف ریڈنگ ــــــ حافظ محمد حامد

تعداد ــــــ ایک ہزار

صفحات ــــــ ۱۲۸

طبع اول ــــــ رجب ۱۴۰۰ھ، مئی ۱۹۸۰ء

ناشر ــــــ قمرالدین ناظم مکتبہ رضویہ

طابع ــــــ محبوب پرنٹنگ کارپوریشن، سرکلر روڈ لاہور

قیمت ــــــ چھ روپے ۵۰ پیسے

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ رضویہ، ۲/۲۴ سوڈیوال کالونی، ملتان روڈ لاہور

۲۔ عظیم پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۱۹۹۶، لاہور

۳۔ رضا پبلی کیشنز بازار داتا صاحب، لاہور

انقلابات و حادثات نے ماضی کے بہت سے نظریات کو یا تو رد کر دیا ہے یا اُن پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے — آئیے ماضی کے ان مشاہدات و تجربات کی روشنی میں ان نظریات کا جائزہ لیں —

(فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء صفحہ ۵۲)

Marfat.com

ایک مفکّر کا قول

وہ قوم جو اپنے اسلاف کے کارناموں
سے بے خبر ہے، اس قابل نہیں کہ دُنیا میں زندہ
رہے۔

Marfat.com

فہرس

عرض حال —— ۷

تقدیم —— ۱۱ تا ۲۴

پس منظر —— ۲۵ تا ۴۵

علمائے اہل سُنّت بنامِ ابوالکلام —— ۴۷ تا ۱۰۶

روداد مناظرہ —— ۱۰۷ تا ۱۲۶

عکسِ نوادرات

(ا) دوامغ الحمیر —— ۶۹

(ب) برکاتِ مارہرہ و مہمانانِ بدایوں —— ۸۴

(ج) امام اہل سُنّت کا پیغام —— ۸۶، ۸۷

(د) نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی پیاری آواز —— ۹۰—۹۲

(ہ) جانسوز فریاد۔ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء (تاریخی نظم) ۱۲۷، ۱۲۸

Marfat.com

جماعت رضائے مصطفےٰ (ہند)

کے نام

- جس نے گاندھی کے طلسم کو پاش پاش کر دیا۔
- جس کے سامنے کانگریسی عُلماء کے زورِ خطابت کا چراغ نہ جل سکا۔
- جو ناموسِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کا فریضہ بہ طریق احسن سر انجام دیتی رہی۔

Marfat.com

عرضِ حال

ایک دوست کے ہاں سیارہ ڈائجسٹ ماہ نومبر ۱۹۷۷ء کا شمارہ نظر سے گزرا جس میں شائع شدہ ایک انٹرویو میری توجہ کا مرکز بنا۔ یہ انٹرویو مشہور صحافی اور اس وقت کے مدیر سیارہ ڈائجسٹ جناب مقبول جہانگیر نے ندوہ کے ایک بزرگ فاضل مولانا محمد فضل قدیر ظفر ندوی سے کیا تھا۔

مولانا گزشتہ پون صدی کی تاریخ برصغیر پاک و ہند کے عینی شاہد ہیں۔

مقبول جہانگیر صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ

"مولانا، گاندھی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" میں نے چبھتا ہوا سوال کیا" کیا علمائے دین کا اُسے یوں مسجدوں اور دینی درس گاہوں میں لیے لیے پھرنا درست تھا؟"

آپ فرماتے ہیں:-

"آپ کا سوال اپنی جگہ اہم ہے۔ اُس زمانے میں ہوا ہی ایسی چلی تھی کہ سب گاندھی کے طلسم میں گرفتار تھے؛ حتیٰ کہ بڑے بڑے مُسلمان اکابر بھی اس کے ساتھ تھے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس مُعاملے میں ٹھوکر کھائی تاہم بہت جلد گاندھی کا طلسم ٹوٹا۔ مجھے یاد آیا کہ پورب کے دیہات میں یہ افواہ پھیلی کہ گاندھی جی ہی امام آخرالزماں اور (نعوذ باللہ) امام مہدی ہیں؛ چنانچہ دیہاتی مسلمان مجھ سے سوال کرتے تھے:" مولبی صاحب، مہاتما گاندھی امام مہدی ہے؟" میں جواب میں کہتا تھا: "ارے وہ تو کافر ہے۔ خبردار جو کسی نے اس کے

Marfat.com

بارے میں ایسا عقیدہ اختیار کیا۔" بعد ازاں مَیں نے مولانا عبدالباری فرنگی محل سے اس افواہ کا تذکرہ کیا۔ مولانا طیش میں آکر فرمانے لگے :-

" گاندھی محض سیاسی فقیر ہے جو مسلمانوں کو دھوکا دے رہا ہے۔" خیر، یہ تو عوام کا بھولا پن تھا، لیکن تعجب ہے کہ خواص، جو اندر سے باہر سے قطعی مجسّم کھدّر بن گئے، وہ بھی قومی تخصّص سے تہی دامن ہو گئے۔"

خود اپنے متعلق بھی اُنہوں نے اعتراف کیا ہے کہ کانگریسی اثر کے تحت وہ " گاندھی کی جے" پکارتے رہے ہیں، چنانچہ ان کے اپنے الفاظ میں :

" مَیں اور مولوی خیرالانام اُسی دن گاندھی کی قیام گاہ پر گئے۔ انہیں اور علی برادران کو دارالعلوم[1] میں آنے کی دعوت دی۔ رات کو رفاہِ عام میں جلسہ تھا۔ جلسے سے فراغت پا کر گاندھی، علی برادران اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی دارالعلوم پہنچے۔ مَیں نے بلند آواز سے " مہاتما گاندھی کی جے" پکار دی ـــــ"

اس سیاسی اور مسلکی پس منظر میں جب ان کے حسب ذیل الفاظ پڑھے،

" میں بریلی پہنچا۔ وہاں مولانا ابوالکلام اور استاذ اسلامیات علی گڑھ کالج مولانا سلیمان اشرف کے درمیان ترکِ موالات کے بحث پر بڑے معرکے کا مناظرہ ہو رہا تھا جس میں بالآخر ابوالکلام آزاد جیت گئے۔"

تو میرے لیے کوئی حیرت کی بات نہ تھی کیونکہ تاریخ مسخ کرنے کا یہ سلسلہ کافی طویل اور دیرینہ ہے۔ بدقسمتی سے ذرائع ابلاغ ایسے ہاتھوں میں ہیں جو سیاہ کو سفید اور سفید

---

[1] یعنی مشہور دینی درس گاہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

Marfat.com

کو سیاہ کر دکھانے کی سعی پیہم میں پوری قوت سے مصروف ہیں۔

لیکن میں نے اس وقت یہ فیصلہ کر لیا کہ اس تاریخی مناظرہ کے اصل واقعات نئی نسل کے سامنے لانے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ جان سکے کہ کانگریس کا یہ "شو بوائے" جو سیاسی محاذ پر حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے سامنے بار بار ناک رگڑ چکا تھا، مذہبی سٹیج پر کانگریس کا یہ امام الہند اور ابو الکلام علمائے حق کے سامنے کیوں کر بے کلام ہو گیا۔

میں نے اس تاریخی مناظرہ کی تفصیلات تو بہت سے بزرگوں سے سن رکھی تھیں لیکن مجھے اس شائع شدہ کتابچہ کی تلاش تھی جو اس زمانہ میں "روداد مناظرہ" کے نام سے چھپ کر تقسیم ہوا تھا۔ بحمد اللہ یہ نادر کتابچہ محترم و مکرم حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب دام برکاتہ' نے فراہم کر دیا۔

آغاز کار ہی میں مخدومی حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے کچھ نایاب کُتب عنایت کیں جب کہ محترم الحاج میاں غلام مرتضےٰ صاحب کے عطا کردہ رسالہ دوامغ الحمیر اور دیگر کتب نے اس راہ کو مزید آسان بنایا۔

ان کے علاوہ مولانا صاحبزادہ محمد حبیب اللہ نعیمی، مفتی محمد علیم الدین مجددی، جناب محمد رفیق خاں ایم اے، صاحبزادہ غلام محی الدین، محمد فاروق حسن درگاہی، ظفر اقبال نیازی نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور جناب مختار جاوید خاص طور سے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے تاریخی حوالوں سے مزین تقدیم لکھ کر اس کتاب کی افادیت کو دو چند کر دیا ہے۔

میں ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ
سرائے عالمگیر

۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ، یکم مارچ ۱۹۸۰ء

Marfat.com

ممتاز دانشور

پروفیسر مرزا محمدؒ منورؔ

گاندھی کے لیے عام مُسلم ملّت کے افراد مُسلمان ہی نہ تھے نفرا وہی مسلمان تھے جو آشرم نشین ہو سکتے تھے۔ تلک لگوا سکتے تھے۔ ہندوؤں کے سے انداز میں پرنام کر سکتے تھے۔ ہندوؤں کی سی ٹوپیاں پہن سکتے تھے اور مسلمانوں کو ہندو قوم سے جُدا نہ جانتے تھے۔ گویا خُدا پرست اور بُت پرست، گاؤ خوار اور گاؤ کا پرستار ایک ہی ملّت کے فرد تھے۔

مضمون بعنوان "حقیقتِ حال"

بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء، صفحہ آخر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقدیم

تاریخ نویسی مسلمانوں کا محبوب و مرغوب شعبہ رہا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے مآخذ و منابع بھی یہی مسلمان مؤرخین ہی کے آثار ہیں۔ انگریز کی سو سالہ غلامی نے نسل کا جوزہر ہمارے رگ و پے میں سمو دیا اس کا اثر ہے کہ قیام پاکستان کے ۱۴ سال بعد بھی ہم دو قومی نظریہ ——— اسلامی عصبیت جس کو اجاگر کر کے ہی پاکستان کی تحریک بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوئی، کے تار و پود کے ازکار کو اپنی تاریخ مرتب کرنے کے لیے جمع ہی نہیں کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان پر لکھی جانے والی سو کتابوں میں سے تقریباً ۹۵ غیر مسلموں اور غیر ملکیوں کی ہیں اور ان لوگوں نے عمداً یا سوجھ بوجھ کی کمی کی وجہ سے ہماری تاریخ میں اس قدر گھپلا کیا ہے کہ آج وہ نسل جس نے اس سرزمین پر "ہندو مسلم اتحاد" کے دلفریب اور گمراہ کن نعرے ——— اور پھر

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

کے باطل شکن نعرے لگتے ہوئے اپنے کانوں سے نہیں سنے ——— اپنے ذہن میں نظریۂ پاکستان کی تاریخ واضح اور روشن تصویر ہی نہیں بنا سکتی۔

آزادی سے قبل ملی پریس زیادہ تر ہندو کے ہاتھ میں تھا اور سواد اعظم (اہلسنت) کے باشعور رہنما کسی ایسی تحریک میں شامل ہونے کے لیے تیار نہ تھے جس کی باگ ڈور

مشرک اور کافر ہندو کے ہاتھ میں ہو، اس لیے ہندو اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے حسب عادت انہیں بدنام کیا۔[1]

آج بھی کچھ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ "ہم اپنے اسلامی ماضی —— اور اسلامی روایات —— بالخصوص اسلامی فکر کو یا تو بالکل فراموش کر دیں[2] یا پھر مسخ کر کے پیش کریں[3]"۔ یقیناً یہ ہندو جاتی کے جھوٹے پروپیگنڈے کا ہی اثر ہے جو اب تک چلا آرہا ہے۔

---

[1] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۵ ستمبر، ۱۹ نومبر ۱۹۷۵ء

[2] ملک کے نامور صحافی جناب زیڈ۔ اے سلہری فرماتے ہیں:۔

" انہوں (قوم پرست عُلماء نے اس (پاکستان) کے قیام کے لیے کوئی کوشش نہیں کی اور وہ تحریک پاکستان کو اس لیے فراموش کرانا چاہتے ہیں کہ اُن کا اس تحریک میں کوئی کردار نہیں، وہ لوگ ابھی تک اپنے نظریے سے منحرف نہیں ہوئے۔ اس لیے ہمیں دوست اور دشمن کو پہچاننا چاہیئے۔"

(خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۵)

[3] حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب میں مصوّرِ پاکستان اور بانئ پاکستان کو تضحیک کا نشانہ بنانے کی شرمناک جسارت کی گئی ہے۔ "قرارداد لاہور اور ڈاکٹر اقبال" کے عنوان سے فاضل "تاریخ ساز" رقمطراز ہیں:۔

"۱۹۳۰ء میں اقبال نے جو تجویز دی اور مُسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء میں جو قرارداد پاس کی، دونوں کے مابین نہ تو الفاظ کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور نہ ہی مقصد کے وزن میں کوئی برابری ہے —— پھر نہ جانے وہ بلی کس تھیلے سے نکلی، جس نے جناح اور اقبال کے نقشے کو تار تار کر دیا۔ اس حقیقت کی نشاندھی

Marfat.com

پاکستان کے ایک قلم کار پروفیسر احمد سعید بعض دانشوروں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ــــ "کیا مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں؟" کے تحت لکھتے ہیں کہ:-

"ہندو مؤرخین اور ان کے ہمنوا نیشلسٹ مسلمان یہ الزام عائد کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے کہ مسلمان انگریزوں کے پٹھو تھے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۷۵ء)

محب وطن صحافی اور مؤرخ عنایت عارف (سابق مدیر 'مسلم' لاہور) "نظریۂ پاکستان کے تاریخی پس منظر پر ایک نظر" کے زیر عنوان رقم طراز ہیں کہ:-

"ہندوستان کی تاریخ میں ہندو ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کا دشمن رہا ہے اور اس نے اس قوم کو مٹانے کے لیے کوئی دقیقہ کبھی فروگذاشت نہیں کیا۔ تاریخ ہند کا یہ دلچسپ پہلو ہے کہ ہندو مسلمان شخصی حکومتوں کا تو ہمیشہ مقابلہ کرتے رہے لیکن ان بے شمار بوریا نشین درویشوں کا مقابلہ نہ کر سکے جو ہمیشہ اس دو قومی نظریہ کی آبیاری میں

کے بعد موجودہ پاکستان کا خالق علامہ اقبال کو قرار دینا اقبال کی عظمت کو جھٹلانا ہے ــــ"

(جانباز مرزا، کاروانِ احرار (جلد چہارم) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۳۱-۲۳۳)

تاریخ گری کی اس نئی کوشش کے ساتھ ساتھ ذرا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں:-

"ــــ تحریک پاکستان کا نام لینے والے اور اس کے لیے کام کرنے والوں میں سے پہلا مسلمان لدھیانے میں مجلس (احرار) کے ارکان کے ہاتھوں شہید ہوا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ ستمبر ۱۹۷۹ء، مضمون وقار انبالوی: تحریک پاکستان کی تاریخ میں ناقابلِ فراموش دن)

ہر دور اور ہر قسم کے سیاسی حالات میں سرفروشانہ جدوجہد میں مصروف رہے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ مبارک ہستیاں تھیں جو تمام سیاسی نشیب و فراز سے بے نیاز اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہتی تھیں اور اسلامی اقدار کے احیاء کے لیے ہر لحظہ کوشاں رہتی تھیں۔ ان نفوس قدسیہ کی بدولت کبھی کسی جابر سے جابر مسلمان بادشاہ کو دین میں پیوندکاری کی جرأت نہ ہو سکی۔ مغلیہ دور کے اکبر اعظم نے اپنی جھوٹی عظمت کے نشے میں سرشار ہو کر جب دین الہٰی کے نام سے اپنا ایک سیاسی مذہب ایجاد کیا تو حضرت محمد باقی اللہؒ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جیسی بلند پایہ ہستیوں نے ان کی عظمت و شوکت کو برسرعام للکارا اور دین مصطفےٰ میں پیوندکاری کی اس ناپاک کوشش کو تاریخ کا نشان عبرت بنا دیا۔ ان بدترین قسم کی شخصی حکومتوں کے دور میں بھی مسلمان سواد اعظم نے اسلام کا پرچم ہمیشہ بلند رکھا کیونکہ یہ حقیقت کسی تشریح کی محتاج نہیں تھی کہ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں صرف اسلام ہی مسلمانوں کی بقاء و سلامتی کا ضامن ہو سکتا تھا۔ اسلام کی عظمت عظمٰے سے محروم ہو کر ان کے لیے پورے ہندوستان میں کہیں کوئی جائے پناہ باقی نہ رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو ہمیشہ اسلام کو مٹانے کے لیے وہ سب کچھ کرتے رہے ہیں جو ان کے قبضہ و اختیار میں تھا۔ ان شخصی حکومتوں کے زوال کے بعد جب فرنگی استعماریت نے ہندوستان پر قبضہ جمایا تو اُن کی دوررس نگاہوں نے بھی مسلمانوں کی اجتماعی قوت اور سرچشمۂ اقتدار کو بھانپ لیا کہ درحقیقت اسلام ہی وہ پوشیدہ قوت ہے جو کسی بھی وقت ان کے اقتدار کے لیے

Marfat.com

خطرہ بن سکتی ہے چنانچہ انہوں نے پوری طاقت سے اسلام اور مسلمانوں کے استحصال کی مہم شروع کر دی۔ ان گنت علماء پھانسیوں پر لٹکا دیئے گئے۔ مسلمانوں کے بے شمار مدرسے بند کر دیئے گئے اور اسلامی اقدار کو مسخ کرنے کے لیے بے شمار محاذ کھول دیئے گئے۔ ہندوستان بھر کے ہندو اس مہم میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مسلمانوں پر ملازمتوں اور تجارت کے دروازے بند کر کے انہیں معاشی بدحالی میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ عیسائی مشنریوں کی ایک فوج عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کے لیے پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ غیر ملکی غلامی کے اس تاریک دور میں جب مسلمانوں کی تمام تر سرگرمیاں تقریباً مسجدوں کی چاردیواریوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں اور مسلمان توحید و رسالت کی اس امانت کو اپنے سینوں سے لگائے حکمران قوم کے لرزہ خیز مظالم برداشت کر رہے تھے۔ ہندو کی اسلام دشمنی کا جذبہ اور زیادہ قوی ہو چکا تھا۔ وہ اجتماعی سطح پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلام کو ہندو بنانے کے لیے صبح و شام طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے۔ سیاسی سطح پر انہوں نے متحدہ قومیت کا ڈھونگ کانگرس کی مدد سے اپنے تمام وسائل سے شروع کیا اور مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلانا شروع کیا کہ درحقیقت مسلمان اور ہندو ایک ہی قوم ہیں اور ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے جسے ہندوستان کہتے ہیں۔ یہ ہندو سامراجیت کی نہایت گہری سازش تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بحیثیت قوم ختم ہو جائیں اور ہندو اکثریت کا ایک بے اثر ضمیمہ بن کر رہ جائیں۔ ہمارے بے شمار

Marfat.com

سادہ لوح اور عاقبت نااندیش عُلماءِ کرام بھی ان کے اس دام تزویر کا شکار ہو گئے اور نیشلسٹ عُلماء کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگے"۔[1]

مذکورہ بالا طویل اقتباس کے بعد جناب عنایت عارف، انیسویں صدی کے پُرفتن عہد ـــــ جس میں اکبری دور کی فتنہ سامانیوں کی تجدید ہونے لگی ؛ میں بعض مُسلمان زعماء جن کی دور رس نگاہوں نے فتنہ و فساد کا مرکز بھانپ لیا اور ملّتِ اسلامیہ کی سرفرازی اور سربلندی کا راز سمجھ لیا تھا، کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے "دو قومی نظریہ" کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ:۔

"ـــــ اس دور کے چند مُسلمان زعماء کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مُسلمانوں نے بحیثیت مجموعی یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ ملّتِ اسلامیہ تاریخ کے ہر دور میں اپنے الگ اور علیحدہ قومی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے ہمیشہ مخالف اور دُشمن قوتوں سے برسرِ پیکار رہی ہے۔ کفر و شرک اور الحاد و بے دینی سے ان کی کسی بھی نوعیت کی مفاہمت کبھی ممکن نہیں کیونکہ اپنے مزاج کے اعتبار اور ایک مکمّل ضابطۂ حیات ہونے کی حیثیت سے اسلام کبھی کسی قسم کی پیوند کاری کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان دردمند مسلمان زعمائے کرام کی سعی و کوشش سے یہ حقیقت بھی واضح طور پر عوام کے اذہان و قلوب پر مرتسم ہونے لگی کہ ملّتِ اسلامیہ کا وجود ہمیشہ ہر جگہ اور ہر دور میں اسی دو قومی نظریہ کا رہینِ منت رہا ہے کیونکہ حضرت مُحمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ کفر اسلام کے خلاف ملّت واحدہ ہے۔ کفر و الحاد کسی بھی شکل میں ہو کسی بھی روپ میں ہو اور کسی بھی

---

[1] ماہنامہ "مُسلم" (نظریۂ پاکستان نمبر) شمارہ جون۔ اگست ۱۹۷۰ء مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ لاہور، ص ۵-۶

ازم اور نام نہاد مذہب کے بھیس میں ہو ہر حال میں اسلام کا دشمن ہے۔ کسی بھی ملک اور کسی بھی معاشرے میں جتنی بھی غیر مسلم قومیں موجود رہی ہیں وہ اسلام کے مقابلے میں ہمیشہ متحد اور متفق رہی ہیں۔ یورپ کی صلیبی جنگیں اور ہندوستان کے ہزاروں راجاؤں اور مہاراجاؤں کا اسلام کے مقابلہ میں گٹھ جوڑ اور اتحاد اس حقیقت کا بین ثبوت ہے دو قومی اور دو ملّی نظریے کا آغاز تو اسی وقت ہو گیا تھا جب اللہ نے قرآن کریم میں یہ فرمادیا کہ آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمّل کر دیا اور اپنی وہ نعمت تمام کر دی ہے جسے اسلام کہتے ہیں۔ سرزمین عرب کے بے شمار قبائل جو ہمیشہ آپس میں متصادم رہتے تھے اسلام کے خلاف ہمیشہ متحد ہو کر مصروف عمل رہے ہیں۔ جنگ بدر سے لے کر آخر تک ہر معرکے میں اسی نظریے کی رُوح کارفرما نظر آتی ہے۔ اس لحاظ سے دو قومی یا اس کے وسیع تر مفہوم میں دو ملّی نظریے کے بانی خود پیغمبر اسلام حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تھے کیونکہ یہ نظریہ تعلیمات قرآنی کی رُوح کے عین مطابق ھی نہیں بلکہ اس کا ایک بنیادی تقاضا بھی تھا۔ اس کے بغیر نہ اسلام اپنے ضابطۂ حیات کو عملی طور پر نافذ کر سکتا تھا اور نہ مسلمان بحیثیت ملّت اپنے وجود کو برقرار رکھ سکتے تھے۔ اگر آپ اس نقطۂ نظر سے تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ مخالف اور دشمن قوتوں نے ہمیشہ ہر دور میں اسلام کے اس اہم ترین نظریے کو مسخ کرنے اور اس کی شکل و صورت بگاڑنے کے لیے ہر رنگ میں بے شمار کوششیں کی ہیں۔ ہر دشمن اسلام تحریک کا بُنیادی مقصد یہی رہا ہے خواہ وہ

Marfat.com

ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے کیسی ہی تحریک کیوں نہ ہو۔

ہندوستان میں پہلے انگریز حکمرانوں اور اس کے بعد ہندوؤں نے باہمی تعاون سے ملتِ اسلامیہ کی اس بنیاد کو منہدم کرنے کے لیے بے شمار سازشیں کیں۔ متحدہ ہندوستانی قومیت کا نظریہ اسی سلسلے کی ایک تاریخی کڑی تھی۔ سامرانِ ہند کے اس طلسم ہوشربا میں کیسے کیسے بلند پایہ مسلمان مفکرین اور راہنماؤں نے اپنی متاع دین و دانش لٹا دی اس کا جواب ماضی قریب کی تاریخ سے پوچھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ [1]

ان انمٹ حقائق کی روشنی میں یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگئی کہ اسلام کو ماننے والے ایک قومیت ہیں اور ہر مسلمان اس قومیت کا حصہ ہے جب کہ اسلام کے منکرین دوسری ملت ہیں ــــــ اور اسی تشخص اور تخصص کا نام اسلامی آئیڈیولوجی اور نظریۂ پاکستان ہے۔

ذیل میں ایک اہم رائے ملاحظہ ہو، جو اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہے جس سے تحریک قیام پاکستان کے دوران، متحدہ قومیت کے باطل و گمراہ کن نظریے اور اس کے حسین فریب میں گرفتار پجاریوں کا پردہ چاک ہوتا ہے۔

ممتاز صحافی اور ماہنامہ "حکایت" کے مدیر عنایت اللہ کہتے ہیں کہ:۔

"قومیت کے اس فریب کارانہ نظریے کا خالق مہاتما گاندھی اور اس کی صف کے دیگر ہندو لیڈر تھے ــــــ ان ہندو لیڈروں اور مفکروں نے مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے توڑنے کے لیے "ہندوستانی

---

[1] ایضاً، ص ۶-۷

Marfat.com

قومیّت" کا فلسفہ عام کیا۔ اسی کے تحت انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو ہندوستانی (ہندو، سکھ اور مسلمان) سپاہیوں کی بغاوت کہا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض مسلمان بھی اس نظریۂ قومیّت کے قائل ہوگئے۔ یہی وہ مسلمان زعما دانشور اور علمائے تھے جنہوں نے مطالبۂ پاکستان اور دو قومی نظریے کی مخالفت کی تھی۔ انہوں نے آج تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا ——"

تقریر: مجلسِ مذاکرہ ۹ مئی ۱۹۰۸ء، نیشنل سنٹر راولپنڈی

(بحوالہ ماہنامہ "حکایت" لاہور شمارہ جون ۱۹۷۸ء ص ۱۰۰-۱۰۱)

قوم پرست علماء اور ان کے متبعین نے تحریکِ ترکِ موالات وتحریکِ خلافت (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کے زمانے میں ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ وداد واتحاد کا حق ادا کر دیا اور پھر بعد میں سیاسی پلیٹ فارم سے مشرکینِ ہند کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی وقوت متحرکہ کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم

ے یعنی قوم پرست علماء جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں شریک نہیں تھے اور انہوں نے من حیث الجماعت انگریزوں کا ساتھ دیا بلکہ وہ مسلمان حریّت پسندوں سے نبرد آزما بھی ہوئے۔
تفصیلات کے لیے ان مآخذ کا مطالعہ کیا جائے:

(ا) محمد عاشق الٰہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، مطبوعہ کراچی

(ب) محمد مسعود احمد : تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(ج) حسنین رضا خان : دُنیائے اسلام کے اسبابِ زوال، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(د) ایس انور علی : صوفیا اور علماء (انگریزی)، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء

Marfat.com

سعی آخر دم تک کرتے رہے بلکہ ـــ بعض، وفاداری بشرط استواری ـــ اس پاک سرزمین پر اب تک اپنے نظریے ـــ نظریہ قومیت سے منحرف نہیں ہوئے حتیٰ کہ پاکستان کے قیام کو "گناہ" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کاش یہ حضرات[1]، آزادی اور غلامی کے درمیان فرق محسوس کر سکتے۔

آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر
غلامی کی حیات جاوداں سے

بزرگ صحافی جناب وقار انبالوی اپنے کالم "گزرا ہوا زمانہ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ :-

"جمعیت علمائے ہند اگرچہ بڑے بڑے بالغ نظر بزرگوں پر مشتمل تھی ـــ لیکن سیاسیات میں وہ آخر دم تک حتیٰ کہ انتقال اقتدار اور تقسیم اقتدار جیسے اہم اور نازک مسائل میں بھی اس کی آواز ہندو کے نعرۂ مستانہ کی صدائے بازگشت کے سوا کچھ اور نہ تھی اور اب جو خلافت کمیٹی میں ہندوستان کے طول و عرض سے وہ مسلمان شامل ہو رہے تھے

---

[1] الطاف حسن قریشی، مدیر زندگی رقمطراز ہیں کہ :-

"وہ نیشنلسٹ مسلمان جنہیں اپنی قومی خدمات پر بڑا ناز تھا اور ہمیشہ اپنے ہم مذہبوں کی ناراضگی مول لے کر ہندو کانگریس کا ساتھ دیتے رہے تھے تقسیم کے موقعہ پر ہندوؤں اور سکھوں کے عتاب سے نہ بچ سکے۔ یہاں تک کہ پاکستان مردہ باد کے نعرے لگانے والے مسلمان بھی اس جرم میں مارے گئے کہ آخر یہ مسلمان تو ہیں۔"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۷ - ۱۳ جولائی ۱۹۷۸ء، ص ۴)

Marfat.com

جن پر اس ملک میں بسنے والا ہر مسلمان اعتماد کرتا تھا۔ اس نے بھی ہندو کی دلداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لاہور کی شاہی مسجد میں رام بھج دت چودھری اور دہلی کی جامع مسجد میں سوامی شردھانند اسی دلداری کی وجہ سے منبر امامت پر جا براجے تھے۔ اگرچہ اس مقام و منصب کے وہ نہ تو کسی طرح اہل تھے، نہ حقدار۔ اسلام میں ایمان سے نسبت کی شرط اوّل طہارت ہے۔ اور طہارت کے اس وسیع مفہوم سے جو شرعاً مسلمان کے دل و دماغ پر مسلط ہے۔ ہندو نہ کبھی آشنا ہوا نہ ہوگا۔ اس کے باوجود وہ منبر امامت تک پہنچ گیا — لیکن ہندی مسلمانوں کا ایک طبقہ خصوصاً وہ طبقہ جو دینی علوم کی وجہ سے زیادہ قابلِ احترام تھا۔ آخر تک یہ نہ سمجھ سکا کہ ہندو سیاسیات کا حدود اربعہ اور اس کا محور و مقصد — کیا ہے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ جولائی ۱۹۸۰ء، ص ۱۲)

غیر منقسم ہندوستان کے اُس پر آشوب دور میں جب کہ "متحدہ ہندوستان" اور "متحدہ ہندو مسلم قومیت" کے نعرے بلند کئے جا رہے تھے، کے خلاف پروفیسر سیّد سلیمان اشرف[1] (سابق صدر، شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی،

---

[1] پروفیسر شیخ محمد رفیق، سیّد مسعود حیدر بخاری اور پروفیسر نثار احمد چوہدری نے عُلمائے اہلِ سنّت کی سیاسی بصیرت و دور اندیشی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، چنانچہ "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے عنوان سے لکھتے ہیں:-

"—— اللہ تعالےٰ نے سُنّی بریلوی عُلماء (جو ملّتِ اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے) کو یہ توفیق دی کہ وہ تحریکِ پاکستان اور دو قومی نظریہ کے مسلسل

Marfat.com

علی گڑھ) نے "جماعت رضائے مصطفٰے" کے پلیٹ فارم سے بڑی جرأت وہمت کے ساتھ ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو بریلی کے ایک جلسۂ عام میں جو "جمعیّت العلمائے ہند" کے زیر اہتمام مولانا ابو الکلام آزاد کی صدارت میں ہو رہا تھا، بیباکانہ اپنے مؤقف کا اظہار فرمایا اور اُن کو مشرکین ہند (کانگرس) کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط واتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔[1]

جناب کے ایل گابا "دو قومی نظریہ" کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں کہ:-

"دو قومی نظریہ" جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں، آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند[2] یا جامعہ

مؤید وحامی رہے۔ مولانا سلیمان اشرف جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اس زمانے میں بھی ہندو مسلم اتحاد کو غلط قرار دیتے تھے جب تحریکِ خلافت کی وجہ سے مسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنا لیا تھا وہ کفر واسلام کے اتحاد کو خواہ وہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ خارج از امکان قرار دیتے تھے"۔

(تاریخ پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۳۲۷، ۳۲۸)

[1] ڈاکٹر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۷۶

[2] اُس دور میں دارالعلوم دیوبند کے چھوٹے بڑے کن مشاغل میں مصروف تھے، یہ کسی اور سے نہیں، خود علامہ شبیر احمد عثمانی، فاضل دیوبند (م۔ ۱۹۴۹ء) کی زبانی سُنیے، آپ فرماتے ہیں کہ:-

" افسوس! وہ دارالعلوم جس کی بُنیاد اولیا واکابرین نے اسلامی تعلیم اور

ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریّے کا مصنّف نہ تو محمّد علی جناح تھے اور نہ علّامہ اقبال۔

اس کی روایات کے بقا وتحفظ کے لیے رکھی تھی آج کانگریسیوں کا ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے جس میں ایک ریزرو فوج کافی تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہے دار العلوم کے فرزندوں کو جہاں کانگریسی حکومت کے شوق نے ملکی آزادی کا پروانہ دے دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دین سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے۔ آج بہت سے ایسے طلباء موجود ہیں جو محرمات شرعیہ اور منکرات میں اس درجہ مبتلا ہیں کہ شاید کسی ہندو کالج میں یہ بات نہ ہو۔

حضرت مولانا انور شاہ کے عہد مبارک تک دار العلوم ہر قسم کے داخلی اور خارجی فتنوں سے پاک وصاف تھا درس حدیث میں خدا اور رسول کی اطاعت کے بجائے مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو کی اطاعت کا درس نہیں دیا جاتا تھا۔ ____ اب تفسیر جلالین، بیضاوی اور درس حدیث میں کانگریسیت کا سبق پڑھایا جانے لگا۔ مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو کے کارناموں کی نہ صرف تعریف کی جاتی ہے بلکہ اُن کی تائید قرآن وحدیث سے پیش کی جانے لگی۔ درس حدیث میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو گا کہ جس میں کانگریس کا تذکرہ اور اس میں شمولیت کی تلقین نہ کی جاتی ہو ان ہی تقریروں اور رات دن کی متواتر کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دار العلوم نہ صرف ہنود کا مداح ہے بلکہ ان کے رنگ میں بہت کچھ رنگا جا چکا ہے۔"

(اخبار وحدت دہلی ۲۳ دسمبر ۱۹۳۷ء)

(بحوالہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۵ نومبر ۱۹۴۷ء، ص ۴)

دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلّمہ نظریہ بن چکا تھا۔ اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو "ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے ___"

(خالد لطیف گابا: مجبور آوازیں مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۰)

یہ اقتباس ایک بار پھر پڑھیئے اور ذرا ۱۹۲۰ء کے دور کو نگاہ میں رکھیئے تو یہ جاننا ذرا مشکل نہیں رہتا کہ وہ کون لوگ تھے جو اس زمانے میں ہندو کی عیاریوں کا پردہ چاک کرنے ___ مسلم قومیت اور تشخّص کے تحفظ کے لیے سرگرم تھے۔

پیش نظر رسالہ ___ "روداد مناظرہ" مطبوعہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء مذکورہ پرفتن، نازک اور جذباتی دور کی عکاسی کرتا ہے۔ اس سے یقیناً تاریخ کے کچھ ایسے گوشے بے نقاب ہوتے ہیں جو اپنوں کے تساہل اور غیروں کی کرم فرمائی سے اب تک عوام کی نظروں سے اوجھل تھے۔ مقام شکر ہے کہ بعض مخلص اہل قلم تاریخی دھاندلیوں کے ازالہ کے لیے کمر بستہ ہیں۔ جناب محمد جلال الدین قادری کی اس پُرخلوص سعی کو تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اہل وطن یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

احقر مختار جاوید عفی عنہ
سمن آباد، لاہور
۲ر اپریل ۱۹۸۰ء

Marfat.com

پس منظر

Marfat.com

Marfat.com

۲۰-۱۹۱۹ء میں برّصغیر مختلف تحریکوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پشاور سے لے کر راس کماری اور کاٹھیاواڑ سے لے کر آسام تک ہر طرف اجتماعات، احتجاجات، جلوس، جلسے، گرفتاریاں، آزادی کے نعرے، وطنیت اور قوم پرستی کے بلند بانگ دعوے، آپس میں ایک دوسرے پر اتہامات اور مخالفین پر انگریز وفاداری کے الزامات ـــــ غرض ایک طوفان برپا تھا، یہ وہ وقت تھا جب پنجاب میں انگریز مظالم کا زخم ہرا تھا۔ مقامات مقدسہ اور مآثر شریفہ کی تباہی و بربادی کے داغ تازہ تھے، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے مل کر عالم اسلام پر قبضہ کر لیا تھا۔ پہلی جنگ عظیم ختم ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ عظیم ترکی کی عظیم الشان سلطنت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ اس توہین آمیز سلوک پر اسلامیان ہند قدرتی طور پر مشتعل ہو گئے۔ کیونکہ ان کی دلی ہمدردیاں اور وفاداریاں ہمیشہ ترکی کے ساتھ وابستہ رہی تھیں۔ ترکی خلافت کے غیر متوقع خاتمہ کے صدمہ نے برّصغیر میں انگریزوں کے خلاف مسلسل احتجاجات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

---

۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا مسلم کانفرنس نے لکھنؤ میں احتجاجی جلسہ منعقد کیا۔ جس میں مجلس خلافت قائم کی گئی۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو پورے برّصغیر میں "یوم خلافت" منایا گیا۔ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں جلسہ ہوا جس میں تحریک خلافت میں غیر مسلموں سے تعاون کی اپیل کی گئی۔ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو امرتسر میں خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔ امرتسر کے اجلاس میں کل ہند بنیادوں پر فروری ۱۹۲۰ء میں بمبئی میں پہلی خلافت

Marfat.com

کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا. جس میں شرکت کے لیۓ ملک کے ہر حصے سے مُسلمان بڑے جوش وخروش سے ہزاروں کی تعداد میں پہنچے. خلافت کمیٹی کے اراکین اور مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا، اس کانفرنس میں ابوالکلام آزاد نے بھی شرکت کی. جس کا اثر یہ ہوا کہ مُلک بھر میں آناً فاناً خلافت کمیٹیاں قائم ہو گئیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعتدال پسند جماعت مُسلم لیگ بھی تحریک خلافت کے جوش میں آ کر دب جائے گی. اپریل ۱۹۲۰ء میں مولانا حسرت موہانی نے دہلی میں "خدام خلافت کانفرنس" منعقد کی جس کا مقصد خلافت کمیٹی کا مرکزی دفتر دہلی میں منتقل کرنا تھا.

تحریک خلافت جن مقاصد کو لے کر اٹھی وہ بڑے پاکیزہ تھے، ان مقاصد میں مقامات مقدسہ و مآثر شریفہ کی حفاظت اور سلطنت ترکی کی بحالی شامل تھے. چونکہ یہ مقاصد خالص اسلامی و رُوحانی اقدار کے حامل تھے، ان کا تعلق براہ راست مُسلمانوں سے تھا اس لیے برصغیر کی باقی اقوام کو ان سے کوئی سروکار نہ تھا.

سردار محمد خاں عزیز رقمطراز ہیں :-

"مُسلمان تباہ و برباد ہو رہے تھے. لیکن اپنے جذبات کے جنوں میں کسی کی نصیحت پر کان نہ دھر رہے تھے. ان کی سمجھ میں یہ معمولی سی بات بھی نہ آتی تھی کہ چلیۓ ہندوستان کو سوراج دلانے کی بات تو ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن مہاتما گاندھی کو ترکی خلافت اور ترکی سلطنت سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے. خلافت کے تحفظ اور عدمِ تحفظ سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے". [۱]

---

[۱] سرگذشت پاکستان مطبوعہ لائل پور ۱۹۷۴ء، ص ۵۹

Marfat.com

مسٹر کرم چند موہن داس گاندھی مسلمانوں کو اپنے زیر اثر لانے اور ان پر اپنا تسلط جمانے کے لیے مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ تحریک خلافت سے مسلمانوں کا دلی لگاؤ دیکھ کر فوراً مسلمانوں کے مطالبات کی تائید میں آگے بڑھا۔ مذکورہ ہیجانی اور جذباتی کیفیت کا اندازہ لگا کر خلافت کمیٹی اور کانگرس میں اتحاد کرا دیا۔ بلکہ خلافت کمیٹی کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کر ڈالی۔ جون ۱۹۲۰ء میں بنارس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں خلافت کمیٹی سے کہا گیا کہ وہ مجلس ترک موالات (نان کوآپریشن) کے نام سے ایک انتظامیہ بنائے اور مفصل پروگرام مرتب کر کے اس پر عمل درآمد کرائے۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء کو مسٹر گاندھی، خلافت کمیٹی اور جمعیت علمائے[1] ہند کے رہنماؤں نے ایک مشترکہ منشور کے ذریعے ترک موالات کا پروگرام بنایا۔

---

[1] جمعیت علماء ہند کا قیام دسمبر ۱۹۱۹ء میں عمل میں آیا۔ اس کے قیام کی مختصر تاریخ اور غرض و غایت تحریک پاکستان کے رہنما اور قائد اعظم کے معتمد ساتھی حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی (م-۱۹۷۰ء) کی زبانی سنیے، آپ فرماتے ہیں:-

"—— دہلی کی جمعیت علمائے ہند جسے حضرت مولانا عبدالباری (م-۱۹۲۵ء) اور مولانا محمد علی (م-۱۹۳۱ء) اور حضرت مولانا عبدالماجد صاحب (م-۱۹۳۱ء) رحمۃ اللہ علیہم کے مقدس ہاتھوں قائم ہونے کا شرف حاصل ہوا اس کے قیام کی غرض فقط یہ تھی کہ سیاسی جماعتوں اور ان کے سیاسی مسائل کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں جانچا جائے اور مذہبی احکام کے ساتھ حضرات علماء مسلمانوں کی سیاسیات میں رہنمائی فرمائیں افسوس کہ یہ جماعت مشرکین ہند کی دوستی کی بدولت مسلمانان ہند سے کٹ کر کانگریس کی آغوش میں جا پڑی۔ یہی سبب تھا کہ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری و مولانا محمد علی نے "توسیع نظام علماء" اور اس کے بعد

Marfat.com

۷ جولائی ۱۹۲۰ء کو گاندھی نے خلافت کانفرنس کی مجلس عدم تعاون کی طرف سے ترک موالات کے منصوبے کا اعلان کر دیا جس کے تحت خطابات کی واپسی سرکاری عہدوں سے دست برداری، سرکاری مجالس میں عدم شرکت، قانون پیشہ افراد کا وکالت ترک کر دینا، سرکاری مدارس کا مقاطعہ، مجلس اصلاحات کا مقاطعہ اور سودیشی مال کا پروپیگنڈہ شامل تھا۔ جمعیت علماء ہند اور خلافت کمیٹی کے اراکین سلطنت ترکی کے تحفظ کے جنون میں جذبات میں کھو گئے۔ انہیں اس بات

"جمعیت علماء کانپور" قائم کی جس میں ہندوستان کے ہر گوشہ کے علماء و مشائخین نے امداد و اعانت فرمائی۔ یہ جمعیت اپنے محرکین کی حیات و ممات کے بعد بھی کام کرتی رہی آل انڈیا مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد سے برابر مسلم لیگ کی تحریکات کی تائید کرتی رہی۔ اُس کے ذمہ دار حضرات مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنا اسلامی فرض ادا فرما رہے ہیں۔ شملہ کانفرنس کے موقع پر اس جمعیت نے ہر گوشہ کے علماء و مشائخین کی آواز مسٹر جناح کی تائید میں حاصل کر کے وائسرائے تک پہونچائی یہ مانا کہ "جمعیت علماء کانپور" حضرت مولانا عبد الماجد صاحب قادری یا مولانا مظہر الدین (م۔ ۱۹۳۹ء) صاحب کے زمانۂ حیات کی طرح نمایاں نہ رہی جس کا سبب فقط یہ ہوا کہ اس کے ذمہ دار کارکنان آل انڈیا مسلم لیگ کی تحریکات میں منہمک ہو گئے۔ اور لیگ کے پلیٹ فارم سے با اوقات مختلف اپنے فرائض کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔"

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۵ ستمبر ۱۹۴۵ء، ص۔ ۶)

نوٹ:۔ مولانا موصوف کے مذکورہ بالا بیان کی تائید میں بیس کے قریب دیگر اکابر علمائے بدایوں کے اسماء درج ہیں۔ قادری

Marfat.com

کا قطعاً ہوش نہ رہا کہ گاندھی اور اُس کی ہندو کانگریس کی یہ وقتی ہمدردیاں انہیں کس مپرسی کی منزل پر چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائیں گی۔ اس طرح گزشتہ چند سالوں میں جو تھوڑی بہت سیاسی اور معاشی ترقی ہوئی ہے اُسے بھی ناقابلِ برداشت نقصان پہنچے گا۔

۱۹۲۰ء میں گاندھی نے مُسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے ایک اور چال چلی، جمعیت العلماء ہند اور خلافتی لیڈروں سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دلوا کر ہندوستان سے ہجرت کا فتویٰ جاری کروا دیا۔ گاندھی کی اس سازش کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان احتجاجاً ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان چلے جائیں گے۔ اس سارے پروگرام میں ہندوؤں کی چاندی ہی چاندی تھی، مسلمانوں نے اپنے مکانات اور تجارتی مراکز چند ہی دنوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کر دیئے مسلمانوں کی اس تباہی و بربادی کو دیکھ کر گاندھی اور کانگرسی لیڈر اپنے ناپاک منصوبے کے تحت کام ہوتے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

تحریک خلافت اور جمعیت علماء ہند کے زعما گاندھی سے اتنے مسحور ہو چکے تھے کہ بے شمار ناکردنی باتیں بھی کرنے لگے۔ دستار و جبہ اور علم و فضل کے باوجود ان سے بعض ناجائز حرکات سرزد ہونے لگیں۔ گاندھی کی قیادت کو ایمان کا جزو تسلیم کیا گیا، اسلامی شعائر کو ترک کر کے شعائر کفر اختیار کئے گئے، ہندو مُسلم بھائی بھائی کے نعرے لگائے جانے لگے۔ قرآن و حدیث پر ایمان و ایقان کو ایک بت پرست پر نثار کر دیا گیا، قرآن اور گیتا دونوں کو الہامی کتابیں سمجھ کر ایک ہی درجہ دیا گیا، ناپاک ہندوؤں کو مساجد میں لے جا کر انہیں مُسلمانوں کے واعظ و خطیب کا درجہ دیا

گیا، انہیں منبروں پر بٹھایا گیا، ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر ذبیحہ گاؤ ترک کرنے پر عمل کیا گیا، ماتھوں پر قشقے لگائے گئے، ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا گیا۔ گاندھی کو بالقوہ نبی کہا گیا، اُسے مذکر کہا گیا، جمعہ کے خطبات میں اس کی تعریف و توصیف کی گئی، اُس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو قرآن و حدیث پر منطبق کیا گیا —— ہاں ہاں اسلام کو برباد کرنے کی یہ سب ناپاک کوششیں خود دعوائے اسلام کرنے والوں کے ہاتھوں سرزد ہوئیں، مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس بے دردی سے نقصان پہنچایا گیا، اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے ملی تشخص کو ہندو مذہب میں مدغم کرنے کی ناپاک کوششیں شروع ہوگئیں، جو جمعیت علماء ہند کے زعماء کے ہاتھوں پروان چڑھ رہی تھیں۔ جمعیت علماء ہند کے شعلہ بیان[1] مقرر اپنا سارا علمی زور اس پر صرف فرما رہے تھے کہ مسلمان بھی ہندو قومیت کا جزو ہیں —— بلکہ ہندو قومیت سے سے بڑھ کر ایک ایسے نئے مذہب کی تشکیل کی کوششیں شروع ہوئیں جو ہندو مسلم

---

[1] روزنامہ نوائے وقت، لاہور اپنی ۲۶ راگست ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :-

" تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس قسم کے دوسرے لوگ مثلاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند اپنے دور میں فن خطابت کے امام تھے۔ ہندو کانگریس نے ان کے فن خطابت ہی کی وجہ سے ان کو بھاری قیمت کے عوض خرید رکھا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں جب کانگریس نے رابطۂ عوام کی ہمہ گیر مہم شروع کی تو سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بے وقوف بنانے کے لیے انہیں حضرات کے فن خطابت کا استعمال کیا گیا —"

Marfat.com

امتیاز کو ختم کر دے۔[1]

غرض جمعیت علماء ہند اور تحریک خلافت کے اکابر نے اپنی کورانہ وغیر مبصرانہ کارروائی میں وہ کچھ کیا جس کا تصوّر بھی آج رُوح کو مضطرب کر دیتا ہے، ان کی غیر اسلامی حرکات کا محض تذکرہ بھی طبائع پر گراں ہے اور بعض حضرات کے نزدیک تہذیب اور روا داری کے خلاف بھی ——————

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت میں سیاسی بصیرت کے حامل عُلماء و اکابر نے خلافت کمیٹی اور جمعیت عُلماء ہند کے طرز عمل کی مخالفت

---

[1] ۲ جون ۱۹۲۰ء کو خلافت کمیٹی، الہ آباد کے اجلاس کی رپورٹ میں مولوی شوکت علی مرحوم فرماتے ہیں :-

"الہ آباد میں ایک ایسا فیصلہ صادر کیا گیا ہے جو ایثار و رفاقت کی اسپرٹ کو ان شاء اللہ ترقی دیگا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگم کو ایک مقدس علامت بناتا ہے"۔

(اخبار ہمدم لکھنؤ ۸ جون ۱۹۲۰ء بحوالہ تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، ص ۸۲)

روزنامہ نوائے وقت، لاہور اپنی ۲۸ مارچ ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ :-

" اگر مُسلم قومیت کا تصور دھندلایا تو تحریکِ خلافت کے بعد، جس کی باگ ڈور کمال ہوشیاری و عیاری سے گاندھی نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مسلمانوں کی منفرد قومی حیثیت بھی مخدوش بنی، مُسلم سیاست کی بے وقعتی اور بے وزنی کا یہ عالم تھا کہ کانگرس نے پھر مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کو نہ مانا حالانکہ معاہدہ لکھنؤ کے ذریعے ۱۹۱۶ء میں اس نے انہیں تسلیم کر لیا تھا۔"

Marfat.com

کی۔ چونکہ یہ حضرات ہر معاملہ کو شرعی اور اسلامی نکتۂ نظر سے دیکھتے تھے، اس لیے ان کی مخالفت کی وجوہ بھی خالصتاً اسلامی تھیں۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ ان کی شرعی لحاظ سے مخالفت —— مسلمانوں کے لیے سیاسی طور پر نہایت مفید تھی —— ان کی راہ نمائی و لائحہ عمل ہی اسلامیانِ ہند کے لیے سیاسی، معاشی اور مذہبی لحاظ سے واجب العمل تھا۔ خلافت کمیٹی اور جمعیت علماء ہند کے اس طرزِ عمل (جو وطنیت اور جمہوریت کے یورپی تصورات پر مشتمل تھا) کی مخالفت کرنے والے علماء اہلسنت، جن میں اکثر و بیشتر کا روحانی تعلق سرزمین بریلی سے تھا —— اور مسلم لیگ کے چند حقیقت پسند اکابر مثلاً قائدِ اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال وغیرہ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

ان علماء حضرات کا موقف یہ تھا کہ "اگرچہ سلطان ترکی بوجہ فقدانِ شرط قرشیت شرعی اصطلاحی خلیفہ نہیں تاہم سلطنت ترکی کی حفاظت و اعانت ہر مسلمان پر بقدرِ استطاعت فرض ہے۔ عالمِ اسلام اور عریض و وسیع سلطنت ترکی میں واقع مقاماتِ مقدسہ اور مآثر شریفہ کی حفاظت و صیانت ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے مگر استطاعت شرط ہے۔"[1]

موالات سے متعلق ان کا موقف یہ تھا کہ "وداد و اتحاد اور موالات ہر کافر و مشرک سے ناجائز و حرام ہے، خواہ وہ ہندو ہوں یا نصاریٰ۔ معاملت سوائے مرتد کے

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:-

(ا) دوام العیش فی الائمۃ من قریش از امام احمد رضا مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

(ب) طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد از مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

(ج) برکات مارہرہ و مہانان بدایوں از سید اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

ہر کافر سے جائز ہے۔" اس کے برعکس جمعیت عُلماء ہند کے اکابر اور خلافتی لیڈروں کے افراط و تفریط کی حد یہ تھی کہ انگریزوں سے تو معاملت تک حرام ہے — اور ہندوؤں سے موالات بھی جائز بلکہ فرض، ان کی اطاعت و انقیاد لازم۔ ہجرت کے بارے میں ان علماء اور اکابر کا نظریہ یہ تھا کہ "موجودہ حالات میں ہجرت کرنا مذہبی اور سیاسی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے"۔ [1]

سیاسی بے راہ روی اور عاقبت نا اندیشی کے اس دور میں جذباتی فضا اپنے عروج پر تھی، دلائل و معقولیت کی بات ختم ہو رہی تھی جمعیت علماء ہند کے اکابر یہ بھول چکے تھے کہ سابقہ زندگی میں وہ مُسلمانوں کو کیا سبق دیتے رہے تھے — اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ کے بارے میں انہوں نے کیا کچھ کیا ہے؟ اس کی چند جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] میاں عبدالرشید نے "برطانوی دور میں برِ عظیم پاک و بھارت کی مسلم سیاست" کے زیرِ عنوان تبصرہ کرتے ہوئے علمائے اہلِ سُنّت کی دور اندیشی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، لکھتے ہیں:۔

"— قائدِ اعظم کی طرح انہوں نے بھی ترکِ موالات اور تحریکِ ہجرت کی مخالفت کی۔ "یہ ملک ہمارے بزرگوں نے اپنا خُون دے کر حاصل کیا تھا ہم کیوں یہاں سے ہجرت کریں۔" ان میں سے ایک نے کہا اور بعد میں حالات نے ثابت کیا کہ ان کا موقف درست تھا۔ تحریک ترکِ موالات اور ہجرت سے مسلمانوں کو سراسر نقصان پہنچا اور ملکی سیاست پر ہندوؤں کی گرفت مضبوط ہوئی —"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ مئی ۱۹۷۵ء ص ۵)

Marfat.com

روزنامہ زمیندار لاہور مجریہ ۲، مارچ ۱۹۴۷ء میں جناب رشید احمد کا ایک مضمون شائع ہوا، جس کا عنوان تھا:

"۱۹۴۷ء میں ۱۹۱۲ء کے ابوالکلام آزاد کی اخلاقی موت"

اس طویل مضمون میں "الہلال" اور "البلاغ" کے دور کے ابوالکلام آزاد کے نظریات کو سمجھنے کے لیے کافی حوالہ جات خود ان کی تحریروں سے پیش کیے، جن میں یہ امر نمایاں رہے کہ اسلام اور مسلمین کے بارے میں علماء اہل سنت آج فرماتے ہیں ـــــ دور "الہلال" میں وہی نظریات ابوالکلام کے تھے ـــــ اور آج تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں ان سابقہ (اسلامی) نظریات سے انحراف کر چکے ہیں بلکہ مسلمانوں سے کٹ کر کانگرس کے ہندوانہ پروگرام پر عمل پیرا ہیں اور کانگرس کے مہرے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ حالانکہ کانگرس خالص ہندوؤں کے مفادات کی حفاظت کر رہی تھی۔

جناب رشید احمد نہایت دل سوزی سے لکھتے ہیں:۔

"عالم دین ہوتے ہوئے آپ نے کانگرسی اُمراء ورؤسا سے مصاحب کا تعلق پیدا کر لیا ہے جو دنیوی عز وجاہ کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے یہ سب سے بڑی دین وعلم کی آزمائش تھی جو بوجھل زنجیر بن کر آپ کے پاؤں میں پڑ گئی۔ اب زر پرستی اور حصول عز وجاہ کی ہوس میں گرفتار ہو کر دین وعلم کو امراء ورؤسا کی ابلیسانہ خواہشوں کے تابع کر دیا ہے۔ آپ کا وعظ وارشاد حق کے لیے نہیں بلکہ طلب دُنیا کے لیے ہو گیا ہے اور خود ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئے اور

---

[1] ابوالکلام آزاد نے کانگرس کا صدر بن کر قائد اعظم سے "کانگرس کا شو بوائے" کا لقب پایا۔

جس چیز کو کانگرسی اُمرا و رُؤسا کی خوشنودی کا ذریعہ دیکھتے ہیں کہہ دیتے ہیں اور جو ان کی خواہشوں کے مخالف پاتے ہیں، ترک کر دیتے ہیں۔"[۲]

ابوالکلام آزاد نے گاندھی کے سحر سے مسحور ہونے سے قبل اسلام کی قوت حاکمہ اور زندگی کے ہمہ پہلوؤں پر محیط ——— اسلام کے بارے میں ۱۹۱۲ء میں لکھا:

"اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لیے بھی اس کتاب (قرآن مجید) کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہ نما بنائے وہ مسلم نہیں۔ بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لیے مشرک ہے، اسلام اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کے پیروؤں کو اپنے پولیٹیکل پالیسی قائم کرنے کے لیے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولیٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر نیا راستہ پیدا کریں۔ ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں وہ خود دنیا کو اپنی راہ پر چلانے والے ہیں اور صدیوں تک چلا چکے ہیں وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا اُن کے سامنے کھڑی ہو جائے۔"[۱]

---

[۱] روزنامہ زمیندار لاہور ۲ مارچ ۱۹۴۷ء بحوالہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور ۱۵ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۴

[۲] الہلال ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۲۱۱

نوٹ: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ابوالکلام آزاد کے تعارف میں لکھتے ہیں:-

"——— ان کی پرانی تحریریں ہمارے مزاج اور موقف سے مطابقت رکھتی تھیں ———"

(دے صورتیں الٰہی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء: ص ۲۵)

Marfat.com

خط کشیدہ جملے دوبارہ پڑھیے اور انقلاباتِ زمانہ کا نظارہ کیجئے، تحریک ترک موالات کے زمانے میں انہیں یہ بھول گیا تھا کہ خود انہوں نے کبھی یہ بھی لکھا تھا :-

"ہمارے عقیدہ میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا کسی اور تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو - ایک کفر صریح ہے اور پالیٹکس بھی اس میں داخل ہے افسوس کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا. مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ورنہ اپنی پولیٹیکل پالیسی کے لیے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہندوؤں کی اقتداء کی ضرورت پیش آتی۔" [۱]

اسلام کو تمام سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل کا حل بتلانے اور غیر مسلموں بالخصوص ——— ہندوؤں کی اقتداء سے بھاگنے والے ابوالکلام آزاد یہ بھی کہتے سنے گئے کہ :-

"آج ہماری ساری کامیابیوں کا دار و مدار تین چیزوں پر ہے اتحاد - ڈسپلن اور مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر اعتماد۔" [۲]

یہ بھی کہا :

"مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر اعتماد بھی ایک تنہا رہنمائی ہے جس نے ہماری تحریک کا شاندار ماضی تعمیر کیا اور صرف اسی سے ہم ایک فتح مند مستقبل کی توقع کر سکتے ہیں۔" [۳]

---

[۱] مضامین آزاد حصہ دوم بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۲۳۱

[۲] اخبار انصاری ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء بحوالہ کانگرسی مسلمان اور حقائق قرآن، ص ۱۴

[۳] ایضاً، ص ۲۰

Marfat.com

۱۹۳۱ء میں جب مولانا آزاد کی تفسیر چھپ کر سامنے آئی تو اس وقت تک وہ پکے قوم پرست بن چکے تھے، انہوں نے یہ تفسیر بھی گاندھی کی پالیسیوں اور کانگرسی نظریات کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے کے لیے لکھی۔ یہی وجہ ہے کہ متعصب ہندو (جسے قرآن کی تفسیر سے کوئی غرض نہیں ہو سکتی) گاندھی نے اس تفسیر کے بعض حصوں کا ہندی میں ترجمہ کروا کر شائع کیا۔

اس حقیقت کو خود گاندھی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ۱۹۳۱ء میں ایک تقریر کے دوران کہا:

"مجھے ایک عرصہ سے خیال تھا کہ اسلام ایسا تنگ نظر مذہب نہیں ہو سکتا کہ وہ نجات و سعادت کو اپنے پیروؤں تک ہی محدود رکھے

---

[۱] مشہور مورخ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں:-

"بدر الدین طیب جی سے لے کر تصدق احمد خاں شروانی تک۔ ہندوستان کے بیسیوں مسلمان اکابر وقتاً فوقتاً کانگرس میں شریک رہ چکے تھے۔ جن میں محمد علی ایسے آتش نفس، انصاری ایسے ایثار پیشہ، جناح ایسے آئین پسند، حسن امام ایسے قانون دان اور حسرت موہانی ایسے رئیس المتغزلین سبھی قسم کے لوگ موجود تھے۔ لیکن مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس بے حسی بلکہ سنگدلی سے قربان کرنے کا شرف حضرت "امام الہند" (ابوالکلام) کے حصے میں آیا تھا۔ وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا۔"

(اقبال کے آخری دو سال مطبوعہ اقبال اکادمی، پاکستان کراچی (اشاعت اول ۱۹۶۱ء، ص ۴۶۷)

نوٹ: نامعلوم کن "مصالح" کی بنا پر مصنف نے جدید ایڈیشن سے مذکورہ حقائق حذف کر دیئے ہیں۔
قادری

Marfat.com

اور سچائیاں صرف اپنے اندر ھی بتلائے۔ لیکن مجھے اس بات کی سند کہیں سے نہ ملتی تھی۔ اب جو مولانا آزاد نے تفسیر شائع کی ہے تو مجھے اپنے اس خیال کی سند مل گئی ہے کہ اسلام تمام مذاہب میں یکساں سچائیوں کا مدعی ہے۔ لہٰذا ہم نے اس تفسیر کے متعلقہ ٹکڑوں کا ہندی میں ترجمہ کر کے عام شائع کرایا ہے"۔[1]

علماء اہل سنت اور مسلم لیگ کے تصوّر پاکستان کی مخالفت کے باوجود جناب ابوالاعلیٰ مودودی بھی ——— ابوالکلام کے اس انقلاب حال کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"سب سے آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر ملاحظہ ہو جن کا انقلاب حال میرے نزدیک مسلمانوں کے لیے اس صدی کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے"[2]

کانگرسی نظریات کو ——— اسلامی تعلیمات ثابت کرنے پر مودودی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"مسلمانوں کی یہ تصویر وہ شخص کھینچ رہا ہے جو ایک زمانہ میں اسلامی

---

[1] مسلم انڈیا از کاشف البرنی مطبوعہ سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱۹۴۲ء ص ۱۳۵

نوٹ:- تمام مذاہب کو اسلام کے ہم پایہ ثابت کرنے کے لیے ابوالکلام نے لکھا:

"اس (اسلام) نے صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ اس کی دعوت کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام مذاہب اپنی مشترکہ اور متفقہ سچائی پر جمع ہو جائیں۔ وہ کہتا ہے تمام مذاہب سچے ہیں۔"

(ایضاً۔ ص ۱۳۰، ترجمان القرآن جلد اوّل، ص ۱۶۳، ۱۶۴)

[2] تحریک آزادی ہند اور مسلمان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۷۷

ہند کی نشأۃِ ثانیہ کا سب سے بڑا لیڈر تھا۔ ان کی مظلومی کا اس سے زیادہ دردناک منظر اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو کبھی "الہلال" اور "البلاغ" کا ایڈیٹر تھا وہ آج ان کی اس قدر غلط ترجمانی کرے"۔ [۱]

مسلمانوں کا مذہبی و تہذیبی تشخص مسلّمہ تھا اور ہے، وہ کبھی ہندوؤں میں ضم نہ ہوا تھا ـــــ لیکن مولانا حسین احمد مدنی نے عالم ہونے کے باوجود ـــــ مسلم قومیت کی حمایت و تحفظ کی کوششوں کو غیر فطری اور انگریزوں کی چال اور سازش قرار دیا، جمعیت علماء ہند، لکھنؤ کے اجلاس منعقدہ ۱۹۴۷ء میں جو کچھ کہا گیا، اس پر قوم پرست نظریات کا پرچار کرنے والا رسالہ "مولوی"، دہلی رقمطراز ہے :-

"علمائے کانگریس کی جمعیت کا "تاریخی اجلاس" ابھی لکھنؤ میں ہوا۔ جو تقریریں ہوئیں جو تجویزیں پاس ہوئیں ان میں تعجب اور حیرت سے زیادہ عبرت کا سامان نظر آیا۔ جناب حسین احمد صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں چند ایسی باتیں کہیں جن پر تاریخ کا معمولی طالب علم بھی ہنس پڑے گا۔ جناب مدنی صاحب کے معتقد انہیں چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا کہتے ہیں لیکن انہوں نے ہندو مسلم مناقشہ کو تیسری طاقت کا پیدا کیا ہوا اور غیر فطرتی بتلایا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انگریزوں کے آنے سے پہلے ہندو اور مسلمان باہمی اتحاد کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہتے تھے جو کچھ جھگڑے اٹھائے ہیں وہ انگریزوں نے اٹھائے ہیں۔ یہ بیان سراسر تاریخ کے خلاف ہے"۔ [۲]

---

[۱] ایضاً، ص ۹۷

[۲] رسالہ مولوی دہلی شمارہ رجب ۱۳۶۶ھ / جون ۱۹۴۷ء، ص ۲۱

Marfat.com

غرض، تاریخ کا یہ باب اتنا دردناک ہے کہ اسے جتنا کریدا جائے گا اتنا ہی گھناؤنا نظر آئے گا۔

بریلی، بدایوں، فرنگی محل، مرادآباد اور خیرآباد وغیرہ علمی و رُوحانی مراکز برّصغیر میں ہمیشہ نمایاں حیثیت کے حامل رہے ہے۔ علم وفضل کے یہ سرچشمے اکثر و بیشتر اسلامی، ملّی اور سیاسی تحریکات کا منبع رہے ہے۔ یہاں سے اُٹھنے والی آواز ہمیشہ بااثر ہوتی اور وہ پُورے برصغیر پر پھیل جاتی۔

اس حقیقت کو جناب ڈاکٹر عاشق حُسین بٹالوی کی زبانی سُنیے:۔

"متعدد وجوہ سے یو۔پی کو ہندوستان کے تمام صُوبوں میں قلب کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اوّل اس لیے کہ یہ علاقہ تین سو سال تک مغل حکومت کے جاہ وجلال کا مرکز رہ چکا ہے اور اُس کے آثار یہاں کے چپّے چپّے پر موجود ہیں۔ دوم اس لیے کہ ہندوؤں اور مُسلمانوں کے ملاپ سے ہندوستان کی صحیح تہذیب اور ہندوستان کے صحیح ادب نے اسی خطّے میں فروغ پایا تھا۔ سوم اس لیے کہ یوپی کے مُسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود تہذیب وتمدن، علم وادب اور قومی وملی روایات میں ہندوستان کے تمام مُسلمانوں کی راہنمائی کرتے رہے تھے۔ چہارم اس لیے کہ یہ صوبہ نہرو خاندان کا وطن ہونے کی وجہ سے کانگرسی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ انہی وجوہ سے سارے ہندوستان کی نظریں یو۔پی کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو معاملہ وہاں طے ہوگا اُسی کا عکس پُورے برّعظیم پر پڑے گا۔"[1]

---

[1] اقبال کے آخری دو سال، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۴۴۴

Marfat.com

علم وادب کے گہوارہ یوپی میں بریلی کو بعض دیگر وجوہ کی بنا پر ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے، بالخصوص بیسویں صدی کے ابتدائی ربع میں اس مرکز علم و عرفان نے مسلمانوں کی اس طرح راہنمائی فرمائی جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت کے ہیجانی ایام میں، جب کہ اکثر و بیشتر عُلماء بھی جذبات کی رو میں بہہ کر دانستہ یا نادانستہ طور پر کانگرس کے زیر اثر آچکے تھے، سرزمین بریلی اسلامیان ہند کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوئی۔

اس پس منظر میں جمعیت علماء ہند نے اپنا ایک اجلاس ابوالکلام آزاد کی زیر صدارت وسط رجب ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی کے مقام پر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا، اس کے لیے غیر معمولی پروپیگنڈا کیا، اشتعال انگیز مضامین پر مشتمل پوسٹر شائع کئے اور بزعم خویش یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی ملی امتیاز اور دو قومی نظریہ کے تحفظ و حمایت میں اُٹھنے والی آواز کو اس کے مرکز ہی میں جا کر دبا دیا جائے۔ مگر باطل اپنی کرّ و فر کے باوجود ہمیشہ شکست کھاجاتا ہے، یہی حال اس غیر معمولی اجلاس کا ہوا۔ دو قومی نظریہ کے تحفظ و حمایت کرنے والے عُلماء اہل سُنّت کو فتح مبین نصیب ہوئی اور "متحدہ قومیت" کی کوششوں میں مصروف لیڈروں نے نہ صرف شکست فاش کھائی بلکہ برسرِ عام اہل سُنّت کے اکابر کے مؤقف کو تسلیم بھی کیا۔ بد قسمتی سے "متحدہ قومیت" کی کوشش کرنے والے حضرات پھر بھی اپنی ناپاک کوششوں سے باز نہ آئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، اس سے انکار ممکن نہیں۔

Marfat.com

کچھ لوگ آج بھی اپنی کوششوں کا محور متحدہ قومیت کی تشکیل کو بنائے ہوئے ہیں اور متحدہ قومیت کے مبلغین اور داعین کی سابقہ کوششوں کو تحریک پاکستان کا حصہ بنا کر پیش کر رہے ہیں[1]۔ اس طرح درپردہ وہ نظریۂ پاکستان کی بنیاد کو منہدم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، ان سے باخبر رہنا اور رکھنا، اور ان کی ناپاک کوششوں سے انہیں باز رکھنا ہر سچے مسلمان اور سچے پاکستانی کا فرض ہے۔ جس طرح پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ اس نظریہ کی حفاظت کی جائے جس کی بنا پر خداداد ملک معرضِ وجود میں آیا ـــــــ لیکن ہمارے مسلسل تغافل نے ہمیں بے شمار موقعوں پر زبردست زک پہنچائی، سقوط ڈھاکہ جیسا المناک حادثہ بھی اسی تغافل کا نتیجہ تھا۔ آج بھی بقیہ پاکستان کو متحد رکھنے اور اس کے سیاسی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ نظریۂ پاکستان کو نئی نسل تک صحیح صورتحال میں پیش کیا جائے۔ ماضی میں ہونے والی دو قومی نظریہ سے متعلق جملہ کوششوں

---

[1] ممتاز صحافی جناب زیڈ اے سلہری ایسی ہی کوششوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"یہ ہماری انتہائی بدنصیبی ہے کہ کچھ عرصہ سے قومی تاریخ کے مسخ ہونے کے مسلسل اسباب پیدا ہوتے جا رہے ہیں جن کا فوری سدباب نہ کیا گیا تو وہ مسلم قومیت جو انگریزوں اور ہندوؤں کے حملے سے بچ گئی، یہاں جانبر نہ ہو سکے ـــــ"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۳ بعنوان: "کیا ہم تاریخ کو صحیح رنگ میں پیش کر رہے ہیں؟")

کو صحیح پس منظر میں سمجھا اور سمجھایا جائے۔

وقت کے اس شدید تقاضے کے پیشِ نظر دو قومی نظریہ کے تحفّظ اور تحریک پاکستان کی حمایت میں ہونے والے اس اہم اجلاس کی کارروائی کو پیش کیا جانا ضروری ہے۔ یہ اہم اجلاس اُس وقت "مناظرہ بریلی" کے نام سے موسوم ہوا۔ مناظرہ بریلی نہ صرف مذہبی تاریخ کا ایک واقعہ ہے بلکہ اسلامی ملّی تشخص کے امتیاز اور تحفّظ، اور دو قومی نظریہ کی نظریاتی جنگ کا ایک اہم باب ہے۔

یہ علامہ اقبالؒ کا سال ہے

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

فرمودہ اقبالؒ

مذہب اور سیاست!

یہ سیاست اور اقتدار اور آئینی تحفظات کی بحثیں تو بڑی وقت طلب ہیں، علماء حضرات اتنا تو سمجھیں کہ انگریز دشمنی کے جذبہ میں اگر ہم نے وہی راستہ اختیار کر لیا جس پر کانگرس چل رہی ہے تو یہ راستہ مغرب کی لادینی اور لا اخلاقیات کا تو ہوگا کتاب و سنت کا نہیں ہوگا۔ یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ مسلمان جب کبھی اپنے تصورات سیاست اور ملی نصب العین یا جداگانہ قومی وجود کے تحفظ کی بحث چھیڑتے تو اسے انگریزی اقتدار کی حمایت یا مفاد پرستی پہ محمول کیا جاتا قرار دیا جاتا تو محض انگریز دشمنی یہ انگریز دشمنی کرتی مثبت اصول سیاست ہی ہے۔

مسلمان بڑے سادہ ہیں اس قسم کی تعبیریں قبول کر لیتے ہیں۔ کیا مسلمان سیاست کو مذہب سے الگ رکھیں اپنے لیے جداگانہ قومیت کا مطالبہ نہ کریں اس گروہ بندی میں شامل ہو جائیں جس کی بنا اشتراکِ وطن پر ہے اور یہ سب قطع نظر اس مقصد کے جسے ہندوستانی قومیت کے نام سے اچھالا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ ادیان اصلاً سب ایک ہیں۔ یہ ایک خطرناک بات ہے۔ کہ ادیان سب ایک ہیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دین فی الحقیقت کوئی اصول اجتماع نہیں بلکہ ایک اخلاقی نصب العین (اقبالؒ کے حضور جلد اول)

روزنامہ نوائے وقت لاہور

جمعرات، ۹ جون ۱۹۷۷ء

Marfat.com

عُلمائے اہلِ سُنّت

بنام

ابوالکلام

Marfat.com

تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانہ میں غیر محتاط خلافتی لیڈروں کی غیر اسلامی حرکات حد سے بڑھ گئیں، طوفان و ہیجان کے اس دور میں "ہندو مسلم اتحاد" اور "متحدہ قومیت" کے نعرے بلند ہوئے، اسلامی شعار کی پامالی روزمرہ کا معمول بن گیا، قرآن وسنّت کے احکام کو پس پشت ڈال کر "گاندھی کے احکام"، "واجب الاحترام" ٹھہرا لیے گئے۔ الہلال اور البلاغ کی ادارت کے زمانہ کا ابوالکلام آزاد اب گاندھی کی منشا و رضا کے مطابق قرآن وحدیث کی تفسیر کر رہا تھا، دور الہلال کے خیالات و نظریات کو یکسر فراموش کر کے "ساحرِ وارد ہا" کے طلسم و افسوں کا شکار ہو کر ہندوستان کے دوسرے مسلم اکابر اور قائدین کو متاثر اور گاندھی کی تحریک کی تائید وحمایت کے لیے آمادہ و تیار کر رہا تھا۔

ع آب کوثر سے جو پھسلا لبِ گنگا پہنچا

تحریک خلافت اور ترک موالات کے حامی اکثر اکابر نے گاندھی کے نظریات کو اپنایا بلکہ اپنے مذہب کا حصہ بنایا۔ قرآن وحدیث کے احکام کو اس کے نظریات کا مؤید ثابت کرنے کے لیے کانگرسی علماء نے اپنے علم وفضل کا سہارا لیا۔ فصاحت وبلاغت کی تمام قوتیں، زبان وبیان کے تمام انداز اور اثر و رسوخ کے تمام حربے استعمال کئے۔ قرآنی آیات کی یوں تفسیر کی کہ نعوذ باللہ قرآن اور گیتا دونوں ہم پلہ بنا دیئے۔ اس صورت حال نے علماء ومشائخ اہل سنت کو تڑپا دیا۔ علامہ اقبال نے اسی پس منظر میں کتنے درد سے فرمایا ؎

Marfat.com

احکام تیرے حق ہیں' مگر اپنے مفسّر
تاویل سے قرآں کو بنا دیتے ہیں پاژند

ابوالکلام[1] آزاد ادیب و صحافی ہونے کے ساتھ مفسر قرآن بھی تھے لیکن کانگریس پر ایسے عاشق ہوئے کہ ان کی تفسیر بھی "گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ" ہو کر رہ گئی، بقول اکبر مرحوم ؎

یہ کانگریسی ملاّ ہیں تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں

علمائے اہل سُنّت نے ہر موقع پر اسلامیان ہند کی راہنمائی کا حق ادا کیا ہے۔ گاندھی کی "قیادت و امامت[2]" پر ایمان لانے والوں کو ہر طرح سے سمجھایا، خُدا کا خوف دلایا، اسلامی غیرت کا واسطہ دیا، تحریر و تقریر سے افہام و تفہیم کے تمام

---

[1] ابوالکلام کے والد مولانا خیرالدین راسخ الاعتقاد سُنی عالم تھے، فاضل بریلوی امام احمد رضا قدس سرہ کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے۔ اپنے والد کے برعکس ابوالکلام پس رو گاندھی بن کر اپنے والد کے عقائد کو بھی غلط قرار دے چکے تھے۔ ابوالکلام آزاد کے خصوصی معتمد اور رفیق کار جناب ملیح آبادی، ابوالکلام کے تعارف میں لکھتے ہیں:

— وہ ابوالکلام آزاد جو اپنے والد کے مسلک کو بھی برملا غلط قرار دے چکے تھے "

ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ مارچ ۱۹۶۱ء، ص ۱۵

[2] ایک کانگرسی عالم نے ایمان کی جزئیات پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا،

" گاندھی کی امامت پر ایمان کامیابی کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔"

— کانگریس اور مسلم لیگ۔ ص ۲

Marfat.com

ریقے استعمال کئے مگر سحر گاندھی سے فسوں زدہ لیڈر حضرات اپنی ہٹ پر قائم رہے۔
افہام و تفہیم، تحقیق حق اور رفع شکوک و شبہات کی بے شمار کوششیں ہوئیں۔
سی نوعیت کا ایک واقعہ وسط رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء کو پیش آیا۔
معیت العلماء ہند کا سالانہ اجلاس ابوالکلام آزاد کی صدارت میں بریلی میں منعقد
ونا قرار پایا۔ جمعیت العلماء ہند کی طرف سے متعدد اشتہار شائع کئے گئے جن میں
اضح طور پر کہا گیا کہ ہم مخالفین پر اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک اشتہار جس کا عنوان

"زندگی مستعار کی چند ساعتیں"

ما' اس میں اور باتوں کے علاوہ ایک شق یہ بھی تھی ؛

"مخالفین[1] ترک موالات اور موالات نصاریٰ کے عملی حامیوں پر اتمام
حجت کیا جائے گا۔"[2]

---

۱ مخالفین سے مراد وہ علماء و اکابر ہیں جنہوں نے اس ہیجانی اور طوفانی دور میں بھی قرآن و حدیث کے
حکام کے مطابق سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کی بحالی میں کوشش کی مگر اسلامی ملی تشخص کو محفوظ رکھا، وہ نہ
ہندو قومیت کا جزو بنے اور نہ انگریزوں کے وفادار۔ اسلامی تشخص کا تحفظ کرنے والے یہ علماء
یاسی بصیرت سے بھی بہرہ ور تھے، بعد کے حالات نے ان کے موقف کی تصدیق کر دی۔ کانگریس
ور اس کے پروگرام کے مطابق کام کرنے والی دیگر جماعتوں مثلاً جمعیت العلماء ہند، احرار، جمعیت
ہل حدیث اور مومن کانفرنس وغیرہ نے ان کی سخت مخالفت کی۔ انہیں انگریز کا پٹھو، مسلمانوں سے
غداری کرنے والا، منکر، منافق اور تحریک آزادی ہند کی راہ میں سنگ گراں وغیرہ کے طعنے سننے پڑے
مگر یہ لوگ اپنے موقف سے ذرا برابر نہ ہٹے۔ روشنی کے ان مینا روں میں امام احمد رضا فاضل بریلوی۔
پ کے صاحبزادگان، خلفاء، تلامذہ، علماء و مشائخ مثلاً سید پیر مہر علی شاہ، پیر جماعت علی شاہ
فتی محمد مظہر اللہ دہلوی — اور دیگر اکابر مثلاً قائد اعظم اور علامہ اقبال کے اسماء سر فہرست ہیں۔
۲ دوامغ الحمید مطبوعہ بریلی ۱۳۴۰ھ، ص ۴۷

دوسرا اشتہار: جس کا عنوان

"آفتاب صداقت کا طلوع"

تھا، اس میں لکھا گیا:

"منکرین ومنافقین پر اتمام حجّت، مسائل حاضرہ کا انقطاعی فیصلہ، خدائی فرمان پہنچانے کے لیے بریلی میں جمعیّت العلماء (ہند) کا اجلاس ہونے والا ہے۔ سچائی ظاہر ہوگئی اور جھوٹ بھاگ نکلا۔ خداوند جبّار وقہار کا یہ فرمان پورا ہوکر رہے گا۔"[1]

یہ اشتہارات رمز وکنایہ سے گزر کر صریح مناظرے کی دعوت دے رہے تھے، اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جمعیت علماء ہند کے اکابر اہل سُنّت وجماعت کے علماء کا موقف سمجھنے اور حق وباطل میں تمیز کرنے پر آمادہ نہیں بلکہ ان کا مقصد صرف مجادلہ ومکابرہ ہے۔ علماء اہل سُنّت نے اس نازک موقع کو بھی غنیمت سمجھا اور افہام وتفہیم

---

[1] ایضاً، ص ۴۷

نوٹ: متحدہ قومیت کے مضمرات سے آگاہ کرنے، اور اسلامی ملّی تشخص کے امتیاز اور تحفظ کے سلسلہ میں سُنّی علماء کی کوششیں تاریخ کا ایک قابل قدر باب ہے۔ ان حضرات کی دینی وسیاسی بصیرت کی ایک جھلک دوامغ الحمیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۲۱-۱۹۲۰ء میں کانگرسی عُلماء کے اقوال شنیعہ اور افعال سیئہ پیان کو تنبیہ کرنے، اور راہ راست پر لانے کے لیے علماء اہل سُنّت کی مراسلت اور اعلان عام کے تمام اشتہارات کو اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے جمع فرماکر تاریخ کے اس باب کو محفوظ کرلیا۔ دوقومی نظریہ پر کام کرنے والے مؤرخین کے لیے مذکورہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز ہے جو ہمیں تاریخ پاکستان کے ایک گم نام کارکن الحاج میاں غلام مرتضیٰ (جنڈالہ، گجرات) نے استفادہ کے لیے دی جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ - قادری

Marfat.com

کی فضا پیدا کر کے اختلافات کو دور کرنے کی کوشش تیز کر دی تاکہ عوام الناس کے لیے ایک متفقہ فیصلہ صادر کیا جا سکے، مسائل حاضرہ میں ان کے لیے عمل کی راہ متعین کی جائے، معاملات کو صاف کر لیا جائے اور مسلمانوں کو ان غلطیوں سے بچایا جائے جو غلط طرزِ فکر کا نتیجہ تھیں۔ "تعمیرِ فکر" کی کوششوں سے "تطہیرِ فکر" کی کوششیں بہر حال مقدم ہیں ؎

پس نخستیں بایدش تطہیرِ فکر
بعد ازاں آساں شود تعمیرِ فکر
(اقبال)

۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کے جمعیت العلماء ہند کے سالانہ اجلاس کے لیے بریلی کا انتخاب، اکابر جمعیت نے نہایت گہری سازش کے تحت کیا مگر معاملہ اُلٹ پڑا، فیصلہ ربانی عسیٰ ان تحبوا شیأ فھو شر لکم۔ اجلاس کے لیے بریلی کا انتخاب ان کی سیاسی موت واقع ہوا، جمعیت العلماء ہند کا اب اپنا کوئی مستقل پروگرام نہ تھا بلکہ گاندھی کے "احکام" کو قرآنی سند کے حوالے سے اسلامیان ہند تک پہنچانا اور ان سے کانگریس کی تائید حاصل کرنا جمعیت العلماء ہند کے اغراض و مقاصد رہ گئے تھے۔

تحریکِ خلافت کے اکابر اپنے مطالبات کے حق میں اس قدر جوش میں تھے کہ انہیں اس وقت احساس تک نہ ہوا کہ ہم نے اپنی قیادت ایک غیر مسلم (گاندھی) کے ہاتھوں میں دے کر کس قدر سیاسی غلطی کی ہے۔ جمعیت علماء ہند کے اکابر اور خلافتی ارکان اس وقت "متحدہ قومیت" کے علمبردار بن چکے تھے۔ اس کے برعکس فاضل بریلوی اور ان کے زیر اثر علماء نے ان تحریکوں کو مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ قرار دیا جمعیت علماء ہند کے اراکین نے یہ طے کر لیا تھا کہ "دو قومی نظریہ" کے حامی عُلماء کے مرکزی شہر بریلی میں جا کر ایک جلسۂ عام میں ان کا ناطقہ بند کر دیں اور مناظرہ کر کے ان کو

لاجواب کر دیا جائے، مگر مولا کریم کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جمعیت کے اکابر نے اپنے جلسۂ عام میں دو قومی نظریہ کے حامی علماء کے موقف کو تسلیم کر لیا، اور ہندوؤں میں ادغام اور اتحاد کو نقصان دہ ٹھہرایا مگر گاندھی کی محبت نے ان کو اس پر عمل پیرا ہونے نہ دیا۔ بریلی کے انتخاب نے یہ ثابت کر دیا جیسے متحدہ قومیت کے علمبرداروں نے بھی بالواسطہ تسلیم کر لیا کہ دو قومی نظریہ کے پیش کرنے والے اکابر کا روحانی مرکز بریلی ہے۔ [1]

---

۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / ۲۱ مارچ ۱۹۲۱ء بروز دو شنبہ کو مولانا عبدالماجد بدایونی[2]، ناظم جمعیت العلماء بریلی تشریف لائے۔ جمعیت العلماء ہند کے راہنماؤں اور خلافتی اکابر کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بھی چند روز میں بریلی آنے والے ہیں۔

---

[1] دو قومی نظریہ کے اوّلین داعی حضرات میں مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ فاضل بریلوی)، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالقدیر بدایونی اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش وغیرہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں، ان سب کا تعلق اہل سنت سے تھا۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:۔

(ا) فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد

(ب) تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم " " "

(ج) وے صورتیں الٰہی از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

(د) علماء ان پالیٹکس (انگریزی) " ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

(ہ) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس " محمد جلال الدین قادری

[2] عثمانی خاندان کے چشم و چراغ مولانا عبدالماجد بدایوں میں ۴ شعبان المکرم ۱۳۰۴ھ/۲۸ اپریل

علماءِ اہلِ سُنت اگر چاہتے تو اپنے سوالات، اور جمعیت اور خلافت کمیٹی کی غیر اسلامی حرکات پر اعتراضات کو ملتوی رکھتے، جب وہ آئیں تو اچانک ان پر سوالات کر کے ان کا قافیہ تنگ کر دیں مگر اکابر اہلِ سُنّت کو تو صرف تحقیقِ حق منظور تھی۔ اس لیے اراکین جمعیت علماءِ ہند کی بریلی میں آمد سے قبل ہی مولانا محمد امجد علی اعظمی، صدر شعبہ مقاصدِ علمیہ، جماعت رضائے مُصطفےٰ (علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا) بریلی نے افہام و تفہیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے اسی روز (۱۰ ار رجب ۱۳۳۹ھ) کو ستّر سوالات پر مشتمل ایک اشتہار بعنوان "اتمام حجت تامہ" ترتیب دے کر

۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا شاہ محب رسول عبدالقادر بدایونی، مولانا شاہ عبدالمجید قادری، مولانا مفتی محمد ابراہیم بدایونی اور مولانا شاہ محب احمد بدایونی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ طب حکیم غلام رضا خاں اور حکیم اجمل خاں دہلوی سے پڑھی۔ قیام دہلی کے دوران عیسائیوں، آریوں، غیر مقلدوں اور قادیانیوں سے آپ نے مناظرے کئے۔ "حفظ الایمان" کی ایمان سوز عبارت پر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کی مساعی سے ہونے والے تصفیہ کے مباحثہ میں آپ کی تقریر کا امتیازی رنگ تھا۔ فتنۂ ارتداد کے انسداد میں دیگر عُلماء کے ہمراہ کام کیا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی مجلس خدامِ کعبہ میں شرکت کی۔ تحریک خلافت میں شامل ہو کر ملکی معاملا میں حصہ لیا، جمعیت العلماء ہند اور کانگریس کے لیے بہت کام کیا مگر ہندوؤں کے عناد سے باخبر ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کر کے "جمعیت علماء کانپور" کی بنیاد رکھی۔ ۳ر شعبان ۱۳۵۰ھ / ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء کو عمر بھر کی بے قراری سے قرار پایا۔ آپ کا مزار درگاہ قادری بدایوں میں مرجع خلائق ہے۔ جمیل احمد سوختہ نے قطعہ تاریخ کہا۔

ع "گل ہوا ہائے چراغِ دین" آج

(تذکرہ علمائے اہلسنت از شاہ محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور (انڈیا) ۱۳۹۱ھ)

Marfat.com

شائع فرمایا۔ اور ایک وفد کے ذریعے جمعیت علمائے ہند کے جلسہ سے تین روز قبل ہی جمعیت کے ناظم کے پاس پہنچایا۔ تاکہ سوالات کو سمجھ کر جوابات تیار رکھیں۔

وفد میں درج ذیل حضرات شامل تھے:

۱۔ مولانا حسنین رضا خاں قادری، ناظم شعبہ مقاصد علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ[ل] بریلی، رئیس وفد۔

۲۔ مولانا محمد ہدایت اللہ خاں رضوی، صدر شعبہ مقاصد انتظامیہ جماعت رضائے مصطفےٰ

۳۔ جناب سید ضمیر الحسن جیلانی قادری، ناظم شعبہ مقاصد انتظامیہ جماعت رضائے مصطفےٰ۔

۴۔ ماسٹر عظیم الدین رضوی، بی اے، رکن جماعت رضائے مصطفےٰ

ل جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی ۷، ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ ۱۷دسمبر ۱۹۲۰ء کو قائم ہوئی، اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل تھے:۔

(۱) پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کا تحفظ۔

(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے فرقہ گاندھویہ کا تحریری و تقریری رد کرنا۔

(ج) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کے تحریری اور تقریری جوابات دینا۔

(د) بدمذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ رکھنا۔

(ھ) فاضل بریلوی امام احمد رضا قدس سرہ، اور دیگر علماء اہلسنّت کی تصنیفات کی اشاعت،

تقسیم کار کے لحاظ سے جماعت مختلف شعبوں میں منقسم تھی۔ فتنہ ارتداد کے انسداد، غیر اسلامی نظریہ "متحدہ قومیت" کے ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ اور عوام اہلسنّت میں راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں جماعت رضائے مصطفےٰ نے مثالی اور مؤثر کام کیا۔

۵۔ جناب محمد محمود علی خاں رضوی، رئیس شہر کہنہ

۶۔ جناب سیٹھ محمد طاہر حاجی جمال صاحب قادری، رئیس گونڈل کاٹھیاوار

۷۔ جناب سید سلطان احمد صاحب [1]

مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی کا مرتب کردہ اشتہار جو ستر سوالات پر مشتمل تھا، آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ اس اشتہار کو جماعت رضائے مصطفےٰ نے شائع کیا تھا۔[2]

---

[1] دوامغ الحمیر، ص ۴۷۔۴۸

[2] روداد مناظرہ مطبوعہ نادری پریس، بریلی بار دوم، ص ۱۴

Marfat.com

اتمام حجت تامّہ

جناب مولوی عبد الباری فرنگی محلی و عبد الماجد صاحب بدایونی و مسٹر ابو الکلام صاحب آزاد

الحمد للہ وکفی وسلم علی عبادہ الذین اصطفی والسلام علی من اتبع الھدیٰ،

حفاظت اماکن مقدسہ وحمایت سلطنت اسلامیہ کا نام بہت دلکش ہے کس مسلمان کو بقدر قدرت اس کی فرضیت سے خلاف ہو سکتا ہے مگر شرع مطہر نام نہیں دیکھتی کام دیکھتی ہے۔ ہم غربائے غریب اسلام قدیم کے فدائیوں کو ان کارروائیوں پر جو یہ اچھا نام دکھا کر کی جا رہی ہیں، شبہات ہیں، اگر وہ دفع ہو جائیں اور ثابت ہو کہ کارروائیاں قرآن عظیم وحدیث کریم واسلام قدیم وفقہ قویم کے موافق ہیں تو ہم کیوں ثواب سے محروم رہیں ورنہ آپ حضرات کیوں عذاب مول لیں اور عوام مسلمین کو اس میں مبتلا کریں۔

ادھر سے سوالات متعدد تحریروں میں بار بار معروض ہو چکے اور اب تک جواب نہ ملے بلکہ سوال علی السوال کے نقاب کھلے۔ نیرنگ ہنگامہ آرائی بتقلید طرز نصرانی جس کا پیر نیچریہاں موجد اور ندوہ پس رو ومقلد گمان دلاتا تھا کہ تحقیق حق سے کنارہ کشی وخاموشی میں بھی انہیں کی تقلید ہو گی مگر کمیٹی کے تازہ دو اشتہاروں نے بتایا کہ طالبان تحقیق کو موقع دیا جائے گا۔

لہٰذا ابتداءً یہ بعض سوالات بطلب کشف حالات معروض خدمات، اگر کشف میں ابہام رہا، اصلاح دین وتفہیم مسلمین کے لیے پھر تکلیف فرمائی ہو گی یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کرے۔

Marfat.com

سچ سچ اسلامی گزارش ہے کہ مقصود ہار جیت نہیں بلکہ صرف اس قدر کہ جس فریق کا قدم حق سے جدا ہے، ہدایت پائے ورنہ کم از کم عام مسلمین تو دیکھ لیں کہ حق کس طرف تھا اور کس نے اس کے قبول سے اعراض کیا۔ جواب نمبر وار عطا ہوں، جس تشقیق سے شق اول مختار ہو، جواب میں صرف اس کا قبول بس ہے ورنہ دلیل بھی لازم۔ وحسبنا ربنا ونعم الوکیل۔

۱. یہ کارروائیاں جو آپ حضرات کر رہے ہیں، دینی ہیں یا محض دنیوی

۲. مسلمانوں کی سیاست دین ہے یا جدا۔

۳. مشرکین ہند حربی ہیں یا ذمی۔

۴. سب مشرکین و کفار بلا استثنا دشمنان خدا و رسول ہیں یا نہیں۔

۵. برّ و موالات میں فرق ہے یا نہیں، ہے تو کیا۔

۶. ائمہ حنفیہ کے نزدیک آیہ لاینھٰکم ذمیوں کے لیے اور آیہ انما ینھٰکم سب حربیوں کے لیے ہے یا نہیں۔

۷. اس میں ائمہ حنفیہ حق پر ہیں یا باطل پر۔

۸. اس میں جمہور مفسرین کا مسلک مؤید حنفیہ ہے یا نہیں۔

۹. جو اکثر اہل تاویل کے خلاف آیہ لاینھٰکم کو ہر حربی غیر محارب بالفعل کے لیے عام مانتے تھے وہ اس کے نسخ کے قائل ہوئے یا نہیں۔

۱۰. امام عطا ابن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولائے عمر فاروق اعظم و قتادہ تلمیذ حضرت انس و مقاتل وغیرہم نے اس کو منسوخ بتایا یا نہیں۔

۱۱. جلالین میں اسی پر اقتصار فرما کر حسب التزام مصرح خطبہ اُس کے منسوخ ہونے ہی کو راجح تر کہا یا نہیں۔

Marfat.com

۱۲. اتحاد مع خلوص واخلاص موالات ہے یا نہیں۔

۱۳. بلکہ اتحاد نفس موالات سے بھی زائد ہے یا نہیں، دوستی سو سے ہوتی ہے مگر اتحاد کہ یکجان و دو قالب ہوجائیں، دو ہی ایک سے یا خلوص و اخلاص کا اتحاد بے دوستی بھی ہوتا ہے۔

۱۴. قرآن عظیم نے مطلقاً سب کفار سے موالات کفر وحرام بتائی ہے یا اُس میں مشرکین ہند کا استثنا ہے۔

۱۵. مشرکین و کفار سے ظاہری وصوری موالات بھی قرآن عظیم نے حرام و گمراہی بتائی یا صرف دلی حقیقی۔

۱۶. اصحاب بدر علیہم الرضوان سے کفار کی دلی موالات نامتصور ہے یا نہیں۔

۱۷. یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا کہ انہیں کفار ومشرکین سے قتال کرو جو تم سے لڑیں، اخیر حکم متقر مستمر سب حربیوں کو عام ہوگیا کہ اُن سے لڑو، اُن پر سختی کرو اگرچہ وہ ہم سے کبھی نہ لڑے ہوں یا وہی تخصیص اب بھی باقی ہے۔

۱۸. قتل وغلظت بر وسلوک نیک کی ضد ہیں یا کیا۔

۱۹. قرآن عظیم نے عموماً تمام کفار ومشرکین کو ہمارا قطعی دشمن وبدخواہ بتایا ہے یا اس میں مشرکین ہند کا استثنا ہے۔

۲۰. اُن میں کسی کو راز دار بنانے سے عموماً منع فرمایا ہے یا مشرکین ہند کو الگ کرلیا ہے۔

۲۱. معدودے چند مشرکوں سے استعانت کا جواز صرف بشرط حاجت اُس حالت میں ہے کہ وہ ذلیل مقہور دبے لچے ہوں، کتابوں نے اس مسئلہ میں فقط ذمی کا ذکر کیا ہے، ائمہ نے اس کی یہ مثال دی ہے جیسے کتے سے کام لے لینا یا مسئلہ مطلق ہے۔

۲۲. آپ جو اپنے سے سہ چند خود سر حربی مشرکوں سے استعانت کر رہے ہیں یہ اُن کی مدد پر بھروسا، اُن کی خیر خواہی پر اعتماد، اُن سے عزّت چاہنا، اُن کی تعظیم و تکریم کر کے اپنا کام بنانے کے لیے اُن کی طرف التجا ہے یا وہ حسب صُورت جائزہ شرعیہ ذلیل و قلیل آپ سے دبے پچے ہیں، آپ اُنہیں کُتا بنا کر مدد لے رہے ہیں۔

(۲۳ تا ۲۶) مشرکین سے وقتی مُعاہدہ بضرورت صرف چند مدت تک ترکِ قتال کے لیے ہے اور[۲۴] وہی کر سکتے ہیں جن سے اُنہیں قتل کا خوف ہو اور[۲۵] اس مدت میں بھی اُن سے قتال کے اسباب مہیّا کرتے رہنا فرض ہے، فقہائے کرام نے ان شرطوں کی تصریح فرمائی ہے یا نہیں۔ آپ[۲۶] کے معاہدہ میں یہ شرطیں مفقود ہیں یا موجود۔

۲۷. علمائے کرام نے کافر کی تعظیم کو کفر اور مجوسی کو تعظیماً یا استاذ کہنے والے کو کافر لکھا ہے یا نہیں۔

۲۸. مہاتما کہنا استاذ کہنے سے بڑھ کر ہے یا نہیں۔

۲۹. مشرک کو کہنا کہ خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکّر بنا کر بھیجا ہے اللہ پر افترا اور کافر کی سخت تعظیم اور موجب غضب شدید رب العزۃ اور مذکّر مبعوث من اللہ نبی کا ہم پہلو ہے یا نہیں۔

۳۰. مشرک کو کہنا کہ قدرت نے اُن کو سبق پڑھانے والا مدبّر کر کے بھیجا ہے اور سبق بھی کاہے کا، فرض دینی کا۔ اُسے دین میں مُسلمانوں کا اُستاذ کہنا ہوا یا نہیں، مجوسی کو یا استاذ کہنے کا حُکم اس پر آیا یا نہیں۔

۳۱. خطبہ جُمعہ میں مُشرک کا نام، مُشرک کی مدح، مقدّس ذات، پاکیزہ خیالات، ستودہ صفات کہہ کر داخل کرنا تعظیم کافر و توہین اسلام و موجب غضب رب و ضلالت شدیدہ ہے یا کیا۔

۳۲. مرتکب نے اسے حلال سمجھا تھا یا حرام جان کر خطبہ جُمعہ میں حرام داخل کر کے

Marfat.com

اللہ واحد قہار پر جرأت کی. حرام کو حلال ٹھہرانے والے کا کیا حکم ہے۔

۳۳۔ امر دینی میں مشرک کا پس رو بننا شریعت کو الٹ دینا ہے یا کیا۔

۳۴۔ امر دین میں مشرک رہنما بنانا توہین اسلام ہے یا کیا۔

۳۵۔ حرام کاموں میں بزور زبان نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سند لینا اور انہیں سُنّت بتانا حضور کی توہین اور حضور پر افترا ہے یا نہیں۔

۳۶۔ حمایت دین کے کام میں مشرک کی اطاعت کرنا جو وہ کہے وہی ماننا، تخریب دین اور بحکم قرآن مجنر بکفر و ارتداد ہے یا نہیں۔

۳۷۔ مساجد میں کفار کو لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا اسلام و مسلمین و مسجد کی توہین ہے یا کیا۔

۳۸۔ اسے جائز بنانے کی کوشش اور اس میں رسائل کی نگارش تحلیل حرام قطعی ہے یا نہیں۔

۳۹۔ مشرک کے دخول مسجد کا اختلافی مسئلہ ذمی یا مستامن کے لئے ہے یا ہر کافر کو عام۔

۴۰۔ کفر کے عمل اور خود سر کثیر التعداد کافروں کے وطن میں ایسی آواز اٹھانا اور اسے حکم شرعی بتانا مساجد کو توہین و پامالی کفار کے لیے بخوشی پیش کرنا ہے یا نہیں۔

۴۱۔ مشرکین کی مدحیں کہ تحریراً و تقریراً کمیٹی کے خواص و عوام کر رہے ہیں، بارشاد حدیث موجب غضب الٰہی و لرزۂ عرش ہیں یا نہیں۔

۴۲۔ کمیٹی والوں کے فتوائے دہلی میں یہاں کے مسلمانوں پر انگریزوں سے قتال واجب لکھا، آپ مولوی عبدالباری صاحب کے خطبۂ صدارت میں ہے کہ "قیامت تک ہمارے لیے غیر مسلم کے تسلط کے عدم جواز پر حکم ناطق صادر ہو چکا ہے جس میں تبدل و تغیر نہیں ہو سکتا۔" اب سوال یہ ہے کہ آپ اور آپ کے ہمنوا و غیرہم انگریزوں سے قتال پر قادر نہیں تو قتال واجب بتانا، شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بربادی چاہنا ہوا یا نہیں. اور قادر ہیں تو آپ سب صاحب اپنے

Marfat.com

منہ تارک فرض اعظم و راضی بہ تسلط کفر ہوئے یا نہیں۔ حضرت امام عرش مقام کے واقعۂ کربلا کو آپ حضرات نظیر میں پیش کرتے ہیں وہ بھی ملحوظ رہئے کیا جب تک ۲۳ کروڑ ہندو آپ کے ساتھ نہ ہولیں آپ میں ۷، مُسلمان نہیں۔

۴۲۔ سوراج کہ اصل مقصود ہے اور غصہ نہ کیجئے تو شاید خلافت وغیرہ کا نام اُس کا حیلہ ہو۔ بہرحال اس کی دو صورتیں ہیں:۔

(ا) سلطنت انگریزوں کی رہے اور آپ حضرات کونسلوں وغیرہ میں دخیل ہوں یہ اُس ترکِ موالات کا صریح رد ہے جس کی آپ کو کد ہے۔ آپ حامی موالات نصاریٰ اور اپنے منہ دشمن اسلام ہوئے یا نہیں۔

(ب) نصاریٰ کی سلطنت ہی نہ رکھیے، اب پانچ صورتیں ہیں (۱) کسی کی سلطنت نہ ہو ملک بالکل خودسر ہو، یہ بداہتہً ناممکن اور چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں، قاتلوں کے لیے چوپٹ دروازے کھول دینا ہے (۲) ہنود کی سلطنت ہو اور آپ اُن کے غلام، یہ آپ سے تعجب نہیں جس کے لچھن ابھی سے نظر آرہے ہیں جب دین میں اُن کی امامت مان لی دُنیا میں ماننے کون روکتا ہے (۳) آپ کی سلطنت ہو اور ہنود آپ کے غلام، اس پر قطعاً ہنود راضی نہ ہوں گے اور اتحاد کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹے گی (۴) دونوں کی سلطنت مجتمع ہو کہ تمام احکام و انتظام آپ اور ہنود کی رائے سے نافذ ہوں اور وقت اختلاف کثرت رائے معتبر، ہو جو یقیناً ہنود کے لیے ہو گی (۵) تقسیم ملک کہ اتنا آپ کا اتنا ہندوؤں کا۔ ان دونوں صورتوں میں احکام کفر تمام ملک یا بڑے حصے میں آپ کی رضا سے جاری ہوں گے کہ آپ ہی اُس اشتراک یا تقسیم پر راضی ہوئے، احکام کفر پر رضا کفر یا کم از کم سخت بددینی ہے یا نہیں۔

۴۳۔ سلطنت صرف آپ کی ہو یا مشترکہ یا منقسمہ، بہرحال وہابیوں، دیوبندیوں

Marfat.com

کا بھی اُس میں کوئی حصہ تجویز ہوا ہے یا نہیں، دوم نامعقول۔ وہابیہ و دیوبندیہ آپ اور ترکوں اور سُلطان اسلام ایدہ المولی تبارک و تعالےٰ سب کو مشرک اور اماکن مقدسہ کو شرکستان جانتے ہوئے مفت تو اس سرگرمی سے آپ کے ساتھ نہ ہوئے اور بر تقدیر اوّل انہیں مسلمانوں پر تسلط دینا اسلام کو ذبح کرنا ہے یا نہیں۔

۴۵۔ یہ صحیح ہے یا نہیں جو ابھی معروض ہوا کہ وہابیہ و دیوبندیہ، آپ اور ترکوں اور سُلطان سب کو مشرک اور اماکن مقدسہ کو شرکستان جانتے ہیں، پھر اُنہیں رکن مجالس و صدر مجالس و شیخ الہند بنانا کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے یا کیا۔

۴۶۔ وہابی و دیوبندیہ آپ کے نزدیک مرتد یا کم از کم گمراہ و بددین ہے یا نہیں۔ صاف صاف بولیے، یہ سوال شاید مولوی عبدالباری و عبدالماجد صاحبان سے خاص کرنا پڑے، آزاد صاحب آزاد ہیں۔

۴۷۔ کمیٹی کے جلسوں وغیرہا میں وہابیہ و دیوبندیہ کی علانیہ دھوم دھامی توقیریں ہو رہی ہیں، وہ اگر بالفرض مرتد نہ ہوں تو کل تک آپ دونوں کے نزدیک بدمذہب بددین تو تھے، بدمذہب کی توقیر بحکم حدیث، دین اسلام کے ڈھانے پر اعانت ہے یا نہیں۔

۴۸۔ جو اللہ عزوجل کو رام اور قسم الٰہی کی جگہ رام دہائی کہنا جائز بتلائے، گمراہ بددین ہے یا کیا۔

۴۹۔ زمینوں کو مقدس کہنا باعتبار عظمت دینی ہوتا ہے، ہر دین والا اپنے دین کے اعتبار سے کہتا ہے، جیسے اماکن مقدسہ، مقامات مقدسہ، یا نری نجاست سے طہارت دے دینے پر بھی کہتے ہیں جو ایک پاخانہ کو دھل جانے پر حاصل ہے۔

۵۰۔ عبادت گاہ مشرکین کی زمین کو مقدس زمین مشرک کہے گا یا مسلمان، ایسا

Marfat.com

کہنا کیا ہے۔

۵۱. جو ایسے نئے دین نکالنے کی فکر میں ہوں کہ مسلم و ہندو کا امتیاز اُٹھا دے اور جس میں سنگم و پریاگ مقدس علامت قرار پائیں وہ کافر ہیں یا کیا۔

۵۲. مشرکوں سے مواخات حرام ہے یا نہیں۔

۵۳. مشرک کے یقینی بھائی بن جانے کو نیک کام بتانے والا تحسین حرام سے کفر کو پہنچا یا کیا۔

۵۴. جو خلافت صدیق و فاروق کے منکروں کو کافر نہ جانے لیکن خلافت تُرک کے منکر کو کافر و خارج از اسلام کہے اُس نے اللہ و رسُول پر افترا اور صدیق و فاروق کی سخت توہین کی یا کیا۔

۵۵. کٹارپور کے سنگین ناپاک واقعات میں جن مشرکین نے مسلمانوں کو ناحق قتل کیا، جلایا، قرآن مجید پھاڑے، مسجدیں ڈھائیں، اُن کی رہائی کے لیے ریزولیوشن پاس کرنا دشمنانِ اسلام کا کام ہے یا مسلمانوں کا۔

۵۶. ایسے ہی اور شدید ناپاک افعال کہ اتحاد ہنود منوانے نے صادر کرائے جن کا بیان متعدد اشتہارات و رسائل میں ہولیا، اُن کا وبال اُنہیں اتحاد منوانے والوں پر ہے یا نہیں کہ انما علیک اثم الاریسین۔

۵۷. نمبر ۴۸ سے یہاں تک اور اسی طرح اور افعال خاصہ پر آپ صاحبوں نے خرابی و بربادی اسلام و دین دیکھ کر بے چینی سے دھواں دھار صاف مشرح بالاعلان بار بار نوٹس نہ لیے اور محض سکوت یا مجمل بات یا ایک آدھ بار مثلاً "نشاید" کہنے پر اکتفا کی جس سے اُن کو شہ ملتی رہی اور اُن کا وبال انتہاءً بھی آپ کے سر پڑتا رہا یا واقعہ اُس کے خلاف ہے۔

۵۸. جس کے دشمنوں سے اتحاد و اخلاص منایا جائے اس میں اُس کی محبت ملحوظ

رہنے ادعا اُس کے ساتھ استہزا ہے یا کیا۔

۵۹۔ جن کو قرآن عظیم فرمائے کہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، اُن کو اپنا خیر خواہ جاننا قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں

۶۰۔ کافروں کو مددگار رہنانا قرآن عظیم نے صاف حرام فرمایا یا نہیں، دیکھیے! صراحتہً اس بارے میں کوئی آیت کریمہ ہے یا نہیں۔

۶۱۔ اکابر سادات و علماء و جملہ مسلمین زمانہ کا اسلام برائے نام بتانا اور اُن میں اور کفار میں امتیاز نہ ٹھہرانا کفر ہے یا کیا۔

۶۲۔ یونہی اپنے آپ کو ایسا کہنا اقراری کفر ہے یا کیا۔

۶۳۔ سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شریعت جدیدہ تھے یا نہیں، قرآن کریم نے اُن کو بعض احکام شریعت موسویہ کا ناسخ اور توریت وانجیل وقرآن کو مستقل شریعتیں بتایا یا نہیں، جو اُن کے صاحب شریعت ہونے کا منکر ہو وہ قرآن مجید کا مکذب اور کافر ہے یا کیا۔

۶۴۔ جو حضرت مسیح کو کہے پلاطوس کے بے رحم سپاہیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تاوہ صلیب پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے وہ پورا ہو، اس مجاہد (مسیح) نے اپنی عظیم قربانی کر کے تکمیل کر دی۔ اور کہے ناصرہ کے واعظ (مسیح) کی طرح اپنی مظلومانہ قربانی اور اپنے خون شہادت کی تلاش ہو، اُس نے مسیح کو مصلوب ومقتول لکھ کر قرآن تکذیب کی اور کافر ہوا یا کیا۔

۶۵۔ جو ہمارے نبی افضل الصلوٰۃ والسلام کو کہے خدا نے بھی اس کا سب سے بڑا وصف بتایا تو یہی بتایا کہ وہ اُس کی آیتیں پڑھتا اور اُس کی طرف سے اُس کے بندوں کو تعلیم دیتا ہے، اُس نے حضور کے تمام خصائص جلیلہ کا انکار کیا، حضور کو ہر نبی بلکہ ہر تالی قرآن معلّم خیر کا مساوی کر دیا، اور کافر ہوا یا کیا۔

Marfat.com

۶۶۔ قربانی گاؤ خصوصاً یہاں ایک عظیم شعارِ اسلام اور اُسے اتحادِ ہنود کی خاطر یا اُن کی مروت سے بند کرنا بدخواہیِ اسلام ہے یا کیا۔

۶۷۔ مسلمانوں پر یہ بدگمانی کہ خوشنودیِ نصاریٰ و خلل اندازیِ کارِ خلافت کے لیے اپنے مذہبی شعار پر مصر ہیں اور اُس پر یقین کرنا اور اس بنائے فاسد پر یہ زعم کہ ان کی قربانی بھی حرام اور اُس کا گوشت بھی مردار، اور یہ قربانی مذکور نہ چھوڑیں تو کافر ہیں، یہ قلب پر حکم اور مسلمانوں پر اشد بدگمانی اور حلال کی تحریم اور اللہ پر افترا اور مسلمانوں کی ناحق تکفیر ہے یا نہیں۔

۶۸۔ آپ حضرات بریلی تشریف لاتے ہیں، یہاں کی انجمن آپ کی تابع نے گاندھی کی آمد پر ایک سپاسنامہ چھاپا جس میں مشرک کو مسیحا اور دلوں کا حاکم اور مردہ قوم کو جِلانے والا، آبِ حیوان پلانے والا، بیکسوں کا حامی و یاور، گمراہوں کا رہبر، رحمت و پاک دِل وغیرہ وغیرہ کیا کیا کہا حتیٰ کہ لکھ دیا ع "خاموشی از ثنائے تو حدِّ ثنائے تست" اور یہ کہ اس کے فیضِ قدم سے شہر دُلہن بن گیا، مطلع انوار ہو گیا، ایک ایک کوچہ رشکِ گلشن، ہر مکان قصورِ بہشتی پہ طعنہ زن۔ آیا ان لوگوں پر اعلان کے ساتھ توبہ چھاپنا، تجدیدِ اسلام کرنا فرض اور تجدید نکاح کا حکم ہے یا نہیں، کیا آپ اس فرض، نہی عن المنکر کو ادا کریں گے۔

۶۹۔ قرآن عظیم نے مطلقاً کفار و مشرکین کو بدترین خلق اور ہر ذلیل سے ذلیل تر دوں میں داخل فرمایا ہے یا نہیں، اُن کے لیے عزت ماننا تکذیبِ قرآن ہے یا نہیں۔

۷۰۔ بلا اکراہ و خوفِ صحیح اُن کی عظمت کرنا، اُن کی لمبی چوڑی تعریفیں کرنا مخالفتِ قرآنِ عظیم ہے یا نہیں؟

بہت کچھ عرض کرنا ہے کاش! پہلے اسی قدر صاف ہو جائے، جواب آپ حضرات کے تحریری دستخطی ہوں، زبانی لفظ ہوا میں اُڑ جاتے ہیں۔ جن سوالوں میں دُوسری شق (یا کیا) ہے، اُن میں فقط (نہیں) اور اس کی دلیل بس نہ ہو گی بلکہ حکم کی تعیین فرمائی جائے جس سے کم د بیش نہ ہو اور اس پر دلیل دی جائے۔

اخیر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مقصود صرف تحقیق حق ہے اور آپ ہی کی طرف کے اشتہار جواب ملنے کی اُمید دلاتے ہیں۔

تمام امور مذکورہ کے صاف ہونے کے بعد بریلی سے تشریف لے جائیں ورنہ خدا را انصاف!

وہ کچھ کفریات وضلالات و دبالات برتے جائیں اور اُن پر جو غریب مُسلمان مخالفت کریں، اُن پر جھوٹ کے طومار، تہمتوں کے انبار باندھے جائیں یہ کیا اسلام اور کون سا انصاف ہے۔

کیا قیامت نہ آئے گی، حساب نہ ہو گا، واحد قہار کے حضور سوال وجواب نہ ہو گا۔ اے میرے رب ہدایت فرما۔ آمین!

وصلاۃ ربنا و تسلیماتہ علے سیدنا و مولانا و ناصرنا و ماوٰنا و الہ وصحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین
امین برحمتک یا ارحم الراحمین

(مولوی حکیم حاج)

ہشتم رجب مرجب سنہ ۱۳۳۹ھ　　　　محمد امجد علی قادری، برکاتی ؎

؎ در امغ الحمیر ص ۴۰ - ۴۶

الحمد للہ الواحد القہار

کہ

وہ مبارک و اطیب اشتہارات نافیۂ کفر و ضلالات کہ روز اول سے اب تک
گاندھویت ملعونہ کے رد مین شائع ہو کر بیمانۂ مشرک پرستی کو توڑ کر خاک مین ملاتے رہے
جنمین ہر اشتہار سچا ظفر نامہ ۱۳۴۰ھ ہے بحمدہ تعالے اونکا مجموعہ
مسمے بنام تاریخی

دوامغ الحمیر
۱۳۴۰ھ

معروف بعرف تاریخی

قہر القہار بر گاندھویت
۱۳۴۰ھ

ملقب بلقب تاریخی

ذوالفقار حیدر
۱۳۴۰ھ

بحسن ترتیب حضرات اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ (علیہ افضل الصلاۃ والثناء)
باہتمام جناب مولنا مولوی حسنین رضا خان صاحب

مطبع حسنی بریلی مین چھپ کر گاندھویہ کے سر پر دوبارہ برق بار ہوا

قیمت فی جلد علاوہ محصولڈاک ۱۲؍

سرورق : "دوامغ الحمیر" مرتبہ : مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ بریلی سنہ ۱۹۲۱ء

"اتمامِ حجت تامہ" کا مطبوعہ اشتہار ۱۰ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو جماعت رضائے مصطفٰے اور دیگر اکابر اہلِ سُنّت پر مشتمل وفد لے کر جمعیت العلماءِ ہند کے اراکین کے پاس عصر کے بعد پہنچا، بڑی تگ و دو کے بعد ناظم استقبالیہ کمیٹی جمعیتُ العلماء، جناب مولوی عبدالودود سے ملاقات ہوئی۔ رئیس وفد مولانا حسنین رضا خاں نے انہیں بتایا۔

"جناب مولانا مولوی محمّد امجد علی صاحب (صدر شعبہ مقاصد علمیہ جماعت رضائے مصطفٰے) نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ کی طرف سے اشتہارات میں اہلِ حق سے قصد مناظرہ شائع ہوا ہے، ہم تحقیقِ حق کے لیے حاضر ہیں، وقت دیجئے۔" [۱]

اس کے جواب میں جناب مولوی عبدالودود نے کہا:

"مَیں تو استقبالیہ کمیٹی کا ناظم ہوں، دربارہ مناظرہ مجھے کچھ اختیار نہیں، اس کا تعلق ناظم جمعیت العلماء سے ہے وہ میرے دُوسرے مکان میں مقیم ہیں، مَیں آپ کو لیے چلتا ہوں۔ میری ذاتی رائے ضرور ہے کہ تحقیقِ حق ہو جائے تو بہتر رہے؛ بلکہ میرے نزدیک انعقاد جمعیت کا اصل مقصود یہی ہے۔" [۲]

جناب مولوی عبدالودود اس وفد کو لے کر مولانا عبدالماجد بدایونی کے پاس پہنچے۔ مولانا بدایونی کو وفد کی آمد کا سبب بتایا گیا، اور ساتھ ھی اشتہار "اتمام حجت تامہ" اور مولانا امجد علی رضوی کا پیغام پہنچایا۔ مولانا بدایونی نے فرمایا:

---

[۱] دوامغ الحمید، ص ۴۸

[۲] ایضاً، ص ۴۸

Marfat.com

"یہ مسئلہ ارکان اصلیہ جمعیت العلماء سے تعلق رکھتا ہے میں بحیثیت ناظم جمعیت طے نہیں کر سکتا۔"[1]

رئیس وفد مولانا حسنین رضا خاں نے فرمایا:

"جب جمعیت کا مقصود اصلی مناظرہ ہے اور خود یہ مقصد اشتہارات میں شائع ہو چکا ہے پھر اس کے قبول کے لیے ورود پارٹی کا کیا انتظار"[2]

مولانا عبدالماجد بدایونی سے کوئی جواب نہ بن پڑا، مناظرہ کی راہ سے فرار ہونے کے لیے کئی حیلے تراشے گئے، کبھی مناظرہ کے لیے ارکان اصلیہ کا سہارا لیا گیا (نہ معلوم یہ ارکان اصلیہ کون تھے؟)، کبھی ملکی حالات کے تحت بحث و مباحثہ کرنا ملّی تقاضوں کے منافی بتایا گیا۔ مولوی عبدالودود صاحب نے اپنے پروگرام میں عدم گنجائش کا بہانہ تراشا اور کہا کہ "چونکہ جمعیت کے اجلاس کا پروگرام طے ہو چکا اور اشتہارات کی شکل میں چھپ چکا ہے اس لیے ہم اس میں ترمیم نہیں کرنا چاہتے۔" ساتھ ہی پروگرام کے مطبوعہ اشتہارات رکن وفد ماسٹر عظیم الدین صاحب کو دیئے اور پہلو بدل کر اپنی سابقہ گفتگو کے خلاف یوں کہا:

"جمعیّت کا سالانہ اجلاس ہے اس سے صرف نشر و ابلاغ مقصود ہے اور کوئی غرض نہیں"[3]

علماء اہل سُنت کی زبردست خواہش تھی کہ علماء کے اس اجتماع سے فائدہ اٹھا کر مسائل حاضرہ کے بارے میں کوئی متفقہ لائحہ عمل طے کر لیا جائے، اس کے لیے

---

[1] ایضاً، ص ۴۸

[2] ایضاً، ص ۴۸

[3] ایضاً، ص ۴۸

Marfat.com

انہوں نے پوری کوشش کی۔ رئیس وفد مولانا حسنین رضا خاں رضوی نے زور دیتے ہوئے مولانا عبدالماجد بدایونی سے کہا:

"ترتیب اوقات آپ کے اختیار میں ہے تنگ دلی نہ کیجئے، تحقیق حق کو وقت دیجئے" [1]

اس کے جواب میں مولانا بدایونی نے فرمایا:

" جلسہ کے تین دنوں [2] سے ایک دن جناب عبدالودود صاحب نے خلافت کانفرنس کے لیے لیا اب میرے پاس صرف دو دن باقی ہیں جن کا پروگرام شائع ہو چکا ہے" [3]

رئیس وفد نے کہا:

"تحقیق حق ان سب باتوں پر جو پروگرام میں ہیں، مقدم ہے" [4]

بار بار کے اصرار کے باوجود مولانا عبدالماجد بدایونی اور جمعیت العلمائے ہند کے دیگر اراکین مسائل حاضرہ کے انقطاعی اور اجتماعی فیصلہ کے لیے تیار نہ ہوئے، چونکہ اکابر جمعیت العلماء کے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ موجودہ تحریکوں میں ہماری حرکات سراسر اسلامی احکام کے خلاف ہیں اور ہمارا طرز عمل مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ۔ بحث و مباحثہ کے بعد اسلامی احکام کے مطابق اسلامیان ہند کے لیے

---

[1] ایضاً، ص ۴۸

[2] جمعیت العلماء ہند نے سالانہ جلسہ کے لیے تین دن ۱۲-۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ/۲۲-۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کا پروگرام بنا رکھا تھا۔

[3] دوامغ الحمیر ص ۴۰

[4] ایضاً ص ۴۸

قابلِ عمل پروگرام طے کرنے سے پہلو تہی کرتے ہوئے مولانا بدایونی نے فرمایا:

"میں کیونکر کہہ سکتا ہوں کہ آنے والے علماء اس پر راضی ہوں گے یا نہیں۔"[1]

رئیس وفد نے بڑی دل سوزی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"ایسا شخص کہ تحقیقِ حق سے راضی نہ ہو، آجائے تو شریک نہ کیجئے نہ آیا ہو تو رد کر دیجئے"

اور ان (مولانا بدایونی) سے مزید کہا:

"آپ اپنی رائے تو لکھ دیجئے"۔[2]

اس پر جناب مولوی عبدالودود صاحب نے بھی انہیں یہی رائے دی کہ انہیں تحریر دے کر ان سے بھی تحریر لے لیجئے، حالانکہ وفد مطبوعہ تحریر بابت طلب تعین وقت و مقام لے کر گیا تھا۔

اس کے باوجود اتمامِ حجت کے طور پر مولانا حسنین رضا خاں رئیس وفد طلب مناظرہ نے حسبِ ذیل الفاظ تحریر فرما دیئے:۔

"میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے بحیثیت ناظم، تحقیق حق کے لیے جمعیت العلماء کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے تعین وقت چاہتا ہوں امید (ہے) کہ ناظم جمعیت العلماء مجھے مطلع فرمائیں گے۔"[3]

مولانا عبدالماجد بدایونی نے مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی:۔

---

[1] ایضاً، ص ۴۸

[2] ایضاً ص ۴۸

[3] ایضاً، ص ۴۹

Marfat.com

"الحمد للہ تحقیق حق امر نیک و ضروری و قابل شکر و لائق قبول ہے۔

فقیر کی ذاتی رائے ہے اور ذاتی طور پر حاضر بھی ہے کہ ضرور ایسا ہونا چاہیئے۔ ارکان اصلیہ جمعیۃ العلماء بھی امروز فردا یہاں تشریف لا رہے ہیں، قطعی فیصلہ اور جماعتی امر طے ہو سکے گا۔ اراکین و ذمہ داران جماعت رضائے مصطفٰے (علاوہ ناظم صاحب) کے اسماء سے اطلاع ملنی و جماعتی تحریر اس وقت آنی چاہیئے جب کہ ناظم صاحب (جماعت) رضائے مصطفٰے نے کہا کہ "میں مولوی امجد علی صاحب کی طرف سے آیا ہوں" اور آج ہی مولوی امجد علی صاحب کی طرف سے اشتہار مطبوع بعنوان "اتمام حجت تامہ" مولانا عبد الباری و مولانا ابو الکلام صاحب کے اسماء کے ساتھ بھی بصورت خطاب دیکھا گیا۔ پس نہایت موزوں ہے کہ یہ تحقیق حد مرام تک پہنچ جائے۔

فقط

فقیر عبد الماجد القادری البدایونی" [1] شب یازدہم رجب المرجب

مقام غور ہے کہ ناظم استقبالیہ کی جانب سے شائع شدہ اشتہارات جن میں جوشیلے ادعا چھاپے گئے، مسلمانان اہل سنت کو "منکرین اور منافقین کہا گیا، اور جمعیت العلماء کے جلسہ کا مقصد ان پر اتمام حجت بتایا گیا، علما اہل سنت کو دعوت دی گئی کہ مسائل حاضرہ کا قطعی و اجتماعی طور پر فیصلہ کیا جائے۔ مگر جب علمائے اہل سنت نے دعوت کو قبول کرتے ہوئے تعین وقت اور مقام کے لیے اراکین جمعیت سے رجوع کیا، ان کے ہاں جا کر تحقیق حق چاہی تو یہ لوگ کانوں پر ہاتھ

---

[1] ایضاً ص ۴۶

Marfat.com

دھرتے ہیں۔ مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمعیت العلماء ہند نے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کہ مجھے تعین وقت و مقام کا اختیار نہیں، سارا بار مولانا عبدالماجد بدایونی کے سر ڈالتے ہیں کہ وہ جمعیت العلماء ہند کے ناظم اعلےٰ ہیں اور یہاں بریلی میں موجود ہیں۔ مولانا بدایونی باوجود ناظم اعلےٰ ہونے کے اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں، اور وہ ساری ذمہ داری ارکان اصلیہ پر ڈالتے ہیں۔ نہ معلوم "ارکان اصلیہ" کون ہیں؟ حقیقت میں اکابر جمعیت العلماء ہند چاہتے ہیں کہ "ساری کارروائی یک طرفہ ہو، یعنی ہماری طرف سے دعوت مناظرہ بھی قائم رہے اور مناظرہ بھی نہ ہونے پائے تاکہ ہماری غیر اسلامی حرکات پر پردہ پڑا رہے۔ حیلے حوالے سے ہندو راج کی خاطر طرح طرح سے بے طرح اسلام کو ذبح کیا جائے۔ (ملخصاً)

یہ سب کچھ ایک طے شدہ پروگرام کے تحت ہو رہا تھا۔ کیا جلسہ کے اعلان کے اشتہارات اور مقام و تاریخ کا تعین جمعیت کے "ارکان اصلیہ" کی رضامندی کے بغیر چھاپے گئے، کیا "منکرین و منافقین" پر اتمام حجت کا ادعا ان کی اجازت کے بغیر کیا گیا؟

مولانا محمد امجد علی رضوی، صدر شعبہ مقاصد علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے "اتمام حجت تامہ" کا اشتہار جمعیت العلماء ہند کے اکابر کو مخاطب کر کے شائع ہوا، اس میں جمعیت کے انہی ارکان اصلیہ کے علاوہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ کے اسماء سر فہرست تھے۔ مولانا بدایونی نے مناظرہ سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا، اس کے باوجود تعین وقت اور مقام سے اطلاع نہیں دے رہے۔ شاید انتظار اس بات کا ہے کہ جمعیت کے ارکین، اصلیہ (؟) مل کر کچھ گرہ کشائی کریں۔

۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کی ساری کارروائی، وفد جماعت

Marfat.com

رضائے مُصطفےٰ اور اراکین جمعیت العلماء کی گفتگو اور تعین وقت ومقام کے شدید تقاضوں کی کارگزاری، ۱۱ رجب کو ایک اشتہار بنام "شہر کے معززین اہل سُنّت کی توجہ ضروری ہے"[1] ـــــ اراکین جماعت رضائے مُصطفےٰ کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس اشتہار میں حسب اصرار اراکین جمعیت العُلماء، جماعت رضائے مُصطفےٰ کی طرف سے گفتگو کرنے والے علماء کے اسماء گرامی کا اعلان کیا گیا حالانکہ مذکورۃ الصدر اشتہار بنام "اتمام حجت تامہ" مولانا محمّد امجد علی رضوی کی طرف سے شائع ہوا، جس کا صریح مفہوم یہ تھا کہ مولانا موصوف ھی نے مناظرہ کا چیلنج قبول کرکے اپنے سوالات شائع کئے ہیں، اور وھی اہل سُنّت کی طرف سے مناظر ہوں گے۔ مزید برآں جماعت رضائے مُصطفےٰ کے مذکورہ وفد نے بھی ترک موالات کے مخالف علماء اہل سُنّت کی طرف سے مناظرہ کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔ اس کے باوجود اراکین جمعیت العُلماء کے بے جا اصرار پر جماعت رضائے مُصطفےٰ کا مؤقف پیش کرنے اور مسائل حاضرہ میں مُسلمانان ہند کی راہنمائی اور مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے لیے جن عُلماء کے اسماء گرامی کا اعلان کیا گیا وہ یہ ہیں :۔

۱۔ مولانا محمد امجد علی رضوی (خلیفہ امام احمد رضا) صدر جماعت رضائے مُصطفےٰ۔

۲۔ مولانا حسنین رضا خاں قادری (خلیفہ امام احمد رضا) ناظم اعلےٰ جماعت رضائے مُصطفےٰ

۳۔ مولانا ظفر الدین رضوی، صدر مدرس، مدرسہ خانقاہ شہسرام (خلیفہ امام احمد رضا خاں)

---

[1] یہ اشتہار دوامغ الحمیر مطبوعہ بریلی کے صفحہ ۴۷ پر موجود ہے۔

Marfat.com

۴۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ امام احمد رضا) [1]

جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے گفتگو کے مجاز علماء کے اسماء پر مشتمل اشتہار ۱۲ رجب کو چھپ کر شائع ہوا۔ باوجود پیہم تقاضوں کے جمعیت کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ بڑھتی ہوئی عوام کی پریشانی کو کم کرنے اور اختلاف کی خلیج کو پاٹنے کے لیے ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ، ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو جماعت رضائے مصطفےٰ نے ایک خط بعنوان "انوار سرکار رسالت" جمعیت العلماء ہند کے جلسۂ عام میں بھیجا۔ خط کی نقل درج ذیل ہے :۔

"جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی و عبدالماجد صاحب بدایونی و مسٹر ابوالکلام صاحب آزاد! آپ کی طرف سے دو اعلان شائع ہوئے کہ یہ جلسہ اتمام حجت کے لیے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل حق کو اس میں آنے اور آپ صاحبوں سے جواب لکھوانے اور اُن پر رد و کد کو حد تک پہنچانے کی اجازت آپ دیتے ہیں۔ اگر اہل حق کو ان باتوں کی اجازت نہ ہو تو کیا اتمام حجت جلسہ کی دیواروں پر کیا جائے گا۔ مولانا مولوی امجد علی صاحب ستر سوال

---

[1] صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م - ۱۹۴۸ء) ایک وقت تک ابوالکلام کے اخبار "الہلال" میں مضامین لکھتے رہے۔ لیکن جب ابوالکلام نے سواد اعظم کے عقائد، اور اپنے والد مولانا خیرالدین کے مسلک کے برعکس ہندوؤں کی اقتداء میں اپنی زندگی وقف کر دی تو مولانا موصوف بھی باقی علماء اہل سنت کی طرح ان کے مقابل آگئے

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ کانپور (انڈیا) ۱۹۷۱ء

[2] دوامغ الحمیر، ص ۵۰

بعنوان " اتمام حجت تامہ " ۱۳۳۹ھ ارسال فرما چکے ' اُس پر آپ کی طرف سے اور نام طلب کیے گئے . جناب مولانا مولوی ظفرالدین و جناب مولانا مولوی نعیم الدین صاحب و جناب مولانا مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ناموں کی اس طرف سے تعیین کی گئی . امید کہ وقت سے مطلع فرمائیے اور بغیر بات صاف ہوئے بریلی سے تشریف نہ لے جائیے ' اپنی ھی اُٹھائی ہوئی آواز سے اغماض نہ فرمائیے .

۱۲ . رجب ۱۳۳۹ھ اراکین جماعت رضائے مُصطفٰے علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء" [1]

جب خط مذکور لکھا جا چکا تو اس وقت مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفہ امام احمد رضا) صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تشریف لے آئے ' انہوں نے بھی اس خط پر بطور سائل مناظرہ دستخط فرمائے .

اراکین جماعت رضائے مُصطفٰے کا یہ چوتھا شدید تقاضا تھا . اس سے پہلے مولانا عبدالماجد بدایونی ' ناظم جمعیت العلماء ہند اور مولوی عبدالودود ' ناظم استقبالیہ تحقیق حق سے عمداً حیلے حوالے سے تحاشی فرما چکے تھے . اس لیے جماعت رضائے مُصطفٰے کے اراکین ابوالکلام آزاد کی آمد کے منتظر تھے . شاید ان کی آمد پر ھی تحقیق حق کی راہ نکل سکے . چنانچہ علامہ ابوالکلام آزاد جب بریلی پہنچے اسی وقت انہیں جماعت رضائے مُصطفٰے کی طرف سے مناظرہ کے لیے تعین وقت و مقام کے تقاضوں کے تینوں اشتہار

" اتمام حجت تامہ "

" شہر کے معززین اہل سُنّت کی توجہ ضرور ہے "

---

[1] ایضاً ، ص ۵-۵۱

پہنچائے گئے[1] تاکہ مطالعہ کے بعد ان کے جوابات کے لیے ان کو کافی وقت مل سکے نیز وہ اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ کو جلسہ میں حاضر ہو کر اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دیں۔

ستر سوالات (اتمام حجت تامہ) اور دیگر خطوط و اشتہارات کے جواب میں علامہ آزاد کو اصولاً اور اخلاقاً اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ کو وقت و مقام مناظرہ سے مطلع فرمانا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے ان باتوں سے اعراض اور قطعی گریز کرتے ہوئے ایک نئی چال چلی، اور ایک عجیب تحریر ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ/ ۲۲ مارچ ۱۹۲۱ئہ کو امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے نام بھیجی جس میں جدید فرضی اور اختراعی امور پر بحث کے لیے فاضل بریلوی کو مناظرہ کے لیے دعوت دی[2]، اس خط میں جن امور کو محل نزاع ٹھہرایا گیا ان میں صیانت مملکت اسلامیہ،

---

[1] ایضاً (حاشیہ) ص ۵۵، روداد مناظرہ (حاشیہ) ص ۱۸

[2] برا ہو بغض و عناد کا، حسد میں آکر بعض "مؤرخین" تاریخی واقعات کو توڑ موڑ کر پیش کرنا کوئی گناہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ تاریخی واقعات کو مسخ کرنا بددیانتی اور قلم کی عظمت کا انکار ہے، یہ ایک ایسا جرم ہے جسے ہر دور اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے برا سمجھا مگر کانگرسی ذہنیت کے علماء نے مناظرہ بریلی کی عبرت ناک شکست کا بدلہ لینے کی ناپاک کوشش یوں کی کہ واقعات کو بھی مسخ کر کے پیش کیا۔ ابوالکلام کے معتمد خصوصی، مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی مناظرہ بریلی کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کلکتہ سے مولانا (ابوالکلام آزاد) کے ساتھ میں بھی بریلی پہنچا۔ رات کو اجلاس تھا۔ مگر شام ہی سے خبریں آنے لگیں کہ کانفرنس ہونے

Marfat.com

تحفظ مقامات مقدسہ، ترک موالات اور اعانت واستعانت جملہ مشرکین وکفار کی حرمت وغیرہ امور شامل تھے جو محض بے بنیاد اتہامات وصریح مغالطہ تھا، ابوالکلام آزاد کا مذکورہ خط درج ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بریلی - ۱۳ رجب المرجب ۱۳۳۹ ھ

بخدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی - دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ تحفظ وصیانت خلافت اسلامیہ، ترک موالات واعانت اعدائے محاربین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلافات

نہیں پائے گی۔ احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں تو موجود ہیں ــــــ "

ہفت روزہ چٹان، لاہور شمارہ ۶ مارچ ۱۹۶۱، ص ۱۵

غور طلب امر یہ ہے کہ جناب ملیح آبادی کے پیرو مرشد (ابوالکلام) تو مولانا احمد رضا خاں کے نام رفع شکوک اور طلب مناظرہ کا خط لکھ رہے ہیں ادھر ابوالکلام کے مرید صادق ملیح آبادی مولانا امام احمد رضا کو "مرحوم" بیان کر کے مناظرہ کی بساط ہی الٹ دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ امام احمد رضا قدس سرہ، کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ اور جمعیت العلماء ہند کا یہ اجلاس، جس میں مناظرہ وقوع پذیر ہوا، ۱۲، ۱۳، ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۲، ۲۳، ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو منعقد ہوا۔

ع اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مکاتیب ابوالکلام آزاد، ص ۱۶۲ - ۱۶۳

Marfat.com

مشہور ہیں، چونکہ جمعیت العلماء کا جلسہ یہاں منعقد ہو رہا ہے، اور یہی مسائل اس میں زیر نظر و بیان ہیں۔ اس لیے میں جناب کو توجہ دلاتا ہوں کہ رفع اختلافات اور مذاکرہ و نظر کا یہ مناسب و بہتر موقع پیدا ہو گیا ہے۔ جناب جلسہ میں تشریف لائیں اور ان مسائل کی نسبت بطریق اصحابِ علم و فن گفتگو فرمائیں۔ میں ہر طرح عرض و گزارش کے لیے آمادہ و مستعد ہوں۔

فقیر

ابوالکلام احمد کان اللہ لہٗ" [1]

مذکورہ بالا خط کو استقبالیہ کمیٹی جمعیت العلماء ہند نے درج ذیل نوٹ کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کیا۔

"بجواب تحریر جماعت "رضائے مصطفےٰ" موصولہ امروزہ مندرجہ بالا خط آج ۱۳ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کی شام کو جناب مولوی احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں بھیج دیا گیا ہے۔ اب عام اطلاع کے لیے اس کی نقل شائع کی جاتی ہے" [2]

ابوالکلام آزاد کے خط اور جمعیت العلماء کی استقبالیہ کمیٹی کے تازہ اشتہار نے لال تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے اپنے ہی سابقہ دعووں سے پہلو تہی کی۔

ولا: جمعیت العلماء ہند کے اجلاس بریلی کے انعقاد سے قبل شائع ہونے والے متعدد اشتہارات میں جلسہ ہذا کا مقصد "مخالفین ترک موالات اور موالات نصاریٰ

---

[1] مکاتیب ابوالکلام آزاد مرتبہ ابوسلمان شاہجہان پوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۶۳

[2] ایضاً، ص ۱۶۲

Marfat.com

کے عملی حامیوں پر اتمام حجت کیا جائے گا" بتا یا گیا۔ لیکن اس آخری خط میں محل نزاع "تحفظ مقامات مقدسہ اور صیانت سلطنت اسلامیہ" وغیرہ امور بتائے گئے حالانکہ امور مذکورہ کے علاوہ ترک موالات وغیرہ مسائل حاضرہ پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فتاویٰ اور عملی خدمات اس سے آٹھ سال قبل شائع ہو چکے تھے۔

جناب سید اولادِ رسول محمد میاں برکاتی مارہروی لکھتے ہیں:

"____ آج (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) سے برسوں پہلے جنگ بلقان (۱۲-۱۹۱۱ء) کے موقع پر انہوں (امام احمد رضا) نے سلطنت اسلامی و مظلومین مسلمین کی اعانت و امداد کی مناسب و صحیح شرعی تدابیر لوگوں کو بتائیں، عام طور پر شائع ہیں۔ قولاً و عملاً اُن کی تائید کی۔ خود چندہ دے کر عوام کو اس طرف رغبت دلائی اور اب بھی لوگوں کو صحیح مفید شرعی طریقے اعانت اسلام و مسلمین کے بتاتے رہے ____

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو عملی کوششیں کر سکتے تھے انہوں نے کیں، خود چندہ دیا اور اپنے زیر اثر لوگوں سے دلوایا مسلمانوں کو اسلامی سلطنت کی امداد و اعانت پر توجہ و رغبت دلائی، تحفظ سلطنت اسلامی کی مفید و کارگر تدابیر بتائیں، یہ عملی کوشش نہیں تو کیا ہے؟"[1]

آگے چل کر آپ اُن کی بروقت کوششوں بلکہ پیش از وقت حفاظتی تدابیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اس سے زیادہ اور کون سے پہلے دن سے مولانا احمد رضا خاں صاحب

---

[1] برکات مارہرہ و مہمانان بدایون از شاہ اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۳۴۰ھ، ص ۱۱

کوشش کرتے کہ خلافت کمیٹی والے تو آج حمایت خلافت و حفاظت سلطنت اسلامی کا نام لینے بیٹھے ہیں جب کہ سلطنت اسلامی کا خاتمہ ہو چکا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اُس وقت سے کوشش کی جب اس موجودہ مصیبت عظمٰی کا خیال بھی دلوں سے دور تھا اور جنگ بلقان (جو بلحاظ حالات مابعد اس مصیبت عظمٰی کی تمہید و ابتدا ثابت ہوئی) کے ہی زمانے سے حمایت و اعانت سلطنت اسلامی میں اپنی رائے و مسلک قولاً و عملاً ظاہر کر دیا۔ عوام کو رغبت دلانے کے لیے بریلی میں جلسۂ عام میں خود چندہ دیا۔ حمایت سلطنت اسلامی و اعانت مظلومین ترک کی نافع و مفید تدابیر آگاہی عام کے لیے شائع کیں۔"[۱]

---

[۱] ایضاً ص ۱۲-۱۳

نوٹ: سلطنت عثمانیہ کے تحفظ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے امام احمد رضا نے "انصار الاسلام" کے نام سے ایک جماعت بھی قائم کی۔

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح از امام احمد رضا مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳

(ب) اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد کے پرانے فائل

(ج) دو اہم فتوے از امام احمد رضا، مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

(د) حیات صدر الافاضل از مفتی غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور

(ہ) اعلیٰحضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت از سید نور محمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

(و) ماہنامہ المیزان بمبئی (امام احمد رضا نمبر) مارچ ۱۹۷۶ء

(ز) برکات مارہرہ و مہانان بدایون از شاہ اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ بریلی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء

Marfat.com

بحمدہٖ تعالیٰ

یہ نافع عجالہ مختصر رسالہ جسمین روشن بیان واضح تبیان کہ خلافت اسلامیہ مین شرط
قرشیت اجماعی سلف وخلف و مذہب اہلسنت ۔ اوس کا اسقاط خوارج وروافض وغیرہم
اہل بدعت کا مت اور اونکی سنت سلطنت اسلامیہ ومقامات مقدسہ کی حمایت وحفاظت
کی بابت علمائے اہلسنت کی مفید شرعی تدابیر اور قولاً وعملاً ارشاد وہدایت کفر وارتداد کی
آندھیون مین خود ثابت قدم رہنا اور مسلمانون کے ایمان بچانا ۔ زندقہ والحاد کی گھنگھور گھٹاؤن مین
گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت پس روانِ ہنود کو شاہراہ اسلام وصراط مستقیم سنت پر لانیوالی
مشعلِ نورِ شریعت دکھانا ۔ اہم ترین نفس اسلام کی خدمت وغیرہا مساعی جمیلہ علمائے کرام
اہلسنت کا اجمالی تذکرہ اور پس روان گاندھی کی مذہب سے آزادی وبیقیدی پر سرسری تبصرہ

مسمے بنام تاریخی

برکات مارہرہ و مہمانان بدایون

۱۳۴۰ھ

یعنی والاحضرت بالامنزلت حامی سنت ماحی بدعت حضرت مولانا مولوی حافظ سید
شاہ اولاد رسول محمد میان صاحب قادری برکاتی مارہری شاہزادۂ خاندان برکات
ادامہ اللہ تعالیٰ بالفضائل والحسنات اور مولوی حبیب الرحمن بدایونی کے درمیان
عرس نوری رجب ۱۳۴۰ھ کے موقع پر مارہرۂ مطہرہ مین جو مکالمہ ہوا اوسکی
مفصل روداد مرتبۂ حضرت موصوف دامت برکاتہم جماعت مبارکہ
رضائے مصطفےٰ علیہ الصلاۃ والثناء نے اپنے صرف سے

مطبع حسنی بریلی مین چھپوا کر شائع کیا

بار اول ۱۰۰۰ محصول ڈاک ۲ قیمت فی جلد ۱

سرورق "برکات مارہرہ و مہمانانِ بدایوں" مرتبہ اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

Marfat.com

ثانیاً: ترکِ موالات سے متعلق مولانا امام احمد رضا کے فتاویٰ اس سے پہلے شائع ہو کر شہرت پا چکے تھے۔ اسی دور کے ایک تازہ استفتاء کے جواب میں آپ نے ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ / ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو کفار و مشرکین کے ساتھ موالات و معاملت کے بارے میں تمام جزئیات پر مشتمل ایک فتویٰ لکھا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ / ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو سو صفحات پر مشتمل ایک مبسوط فتویٰ بنام "**المحجتہ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ**"[1] منظرِ عام پر آیا جس میں کفار و مشرکین محاربین کے ساتھ موالات، معاملت، برّ و اقساط وغیرہ امور کی شرح و بسط کے ساتھ تفصیل لکھی۔ یہی وہ رسالہ ہے جس میں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے قرآن و حدیث اور ماضی کی روایات کی روشنی میں واضح طور پر بیان کیا کہ مسلم ہندو اتحاد ناجائز اور نقصان دہ ہے۔ سیاسی، معاشرتی، معاشی اور تمدنی طور پر ہندوؤں کے ساتھ رابطہ قومی تشخص کے زوال کا باعث بنتا ہے۔ انہی خیالات کی روشنی میں بعد میں اکابرِ ملت نے دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا۔

"المحجتہ المؤتمنہ" کی تالیف اور اشاعت اُن کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی، عمر کے آخری حصّہ کی علالت و نقاہت اور سابقہ واضح ہدایات کے پیشِ نظر

---

[1] "ہندو کیا ہے؟" سمجھنے کے لیے یہ رسالہ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا حسنین رضا خاں نے ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء کے تاریخی نام سے مطبع حسنی، بریلی سے چھپوا کر اس کو شائع کیا۔ یہ پورا رسالہ مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری ندوی نے اپنی کتاب "اوراق گم گشتہ" (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء) میں شامل کر دیا ہے جو بڑے سائز کے ۸۰ صفحات (۲۲۵ تا ۳۰۵) پر پھیلا ہوا ہے۔

نوٹ: مذکورہ تاریخی رسالہ اب لاہور سے بھی شائع ہو گیا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۱۱ " ۲۰ ستمبر ۱۹۷۹ء)

کسی نئے بیان کی ضرورت نہیں تھی، تاہم امام احمد رضا قدس سرہ نے اہل سنت کے شاندار جلسہ منعقدہ ۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ، ۲۰ر فروری ۱۹۲۱ء بمقام بریلی ایک پیغام بھیجا۔ بوجہ علالت جلسہ میں بذات خود تشریف نہ لاسکے، آپ کا پیغام جلسۂ عام میں پڑھ کر سنایا گیا۔

اس پیغام کو آپ بھی پڑھ لیں :۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولٰنا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب دام ظلہم الاقدس کا مبارک فرمان واجب الاذعان جو

شاندار جلسہ اہل سنت وجماعت واقعہ بریلی مسجد بی بی جی مین ۱۱ جمادی الاخرہ ۱۳۳۹ھ روز یکشنبہ کو ہزارون مسلمانونکے مجمع مین پڑھا گیا

حضرات اہل سنت وجماعت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر بوجہ علالت حاضر نہ ہوسکا

میری تین تحریرین کہ شائع ہوچکی ہین اور اونمین سے ۲ کی اشاعت کو آٹھ آٹھ برس ہوچکے حاضر کیجاتی ہین وہ آپ حضرات کے سامنے پڑھی جائینگی اونکو بنظر غور استماع فرمائیے وہی میری رائے کی ترجمان ہین مین حضرات مقررین سے بھی درخواست کرتا ہون کہ اونکے تمام بیان میری انھین تحریرات کے دائرے مین رہین اگر اونھین اس کا لحاظ رہا بہتر ورنہ ان تحریرونکی دائرے سے باہر جو کچھ وہ فرمائین وہ اونکی ذاتی رائے ہوگی نہ فقیر کی آواز نہین۔ مین اعلان کیساتھ کہہ چکا اور کہتا ہون کہ سلطنت اسلام نہ سلطنت بلکہ ہر جماعت اسلام نہ جماعت بلکہ ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے کونسا مسلمان ہوگا کہ اماکن مقدسہ کی حفاظت نہ چاہیگا۔ مگر دو باتون کا لحاظ لازم ہے اور اونکا ترک عقل نقل دونون سے خروج۔ اول یہ کہ ہر فرض ہمیشہ بقدر قدرت ومشروط باستطاعت ہے، قرآن عظیم جابجا شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ وسعت سے زائد کسی کو حکم نہین دیتا۔ ایسی تحریکین کہ قدرت سے باہر ہین اور اونکا نتیجہ بیان کے مسلمانونکی تباہی ہو اسلام ومسلمین کی خیر خواہی نہین صریح بدخواہی ہے۔ دوم اسلام کی تائید بھی اللہ وقرآن ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیٹھ دیکر نہین ہوسکتی۔ مشرکین سے اتحاد اونسے وداد

Marfat.com

اونسے استعانت و استمداد اونسے موافقت انقیاد جسکی ہوا چل رہی ہے قطعی حرام و بیخکن اسلام ہے اور اوسکے سبب دین پر سخت آفت وہابیہ دیوبندیہ کی مداخلت ہے اونھون نے جوش ہمینی دیکھکر موقع پایا آمین (مطلب کو) شریک ہولیے کل تک جو اونکو کافر یا بددین جانتے تھے اونسے ملکر متحد ہوگئے اونکی کمیٹیین اونکی صدارتین اونکی تعظیمین ہونے لگین۔ انکی سلطنت اسلامی یا اماکن مقدسہ کو فائدہ پہنچنا تو معلوم نہ وہابیہ کو اس سے غرض۔ وہ تمام اہل سنت کو مشرک جانتے ہیں سلطان اور عام ترکون کو کیا مسلمان جانین گے۔ وہ اماکن مقدسہ کو مشرکستان سمجھتے ہین کیا اونکی حفاظت چاہین گے یہ سب زعم باطل ہے۔ ہان وہابیت کے پنجے جمتے جلتے ہین اور یہ دین کی سخت بربادی ہے۔ آنکھ کھولو اور دوست و دشمن کی تمیز کرو۔ دنیوی معاملت مطابق احکام شریعت ہر کافر غیر مرتد سے جائز ہے اور موالات اصلاً کسی سے جائز نہین یہان اوس کا عکس ہو رہا ہے۔ آٹھ ۸ برس ہوئے جب اس جنگ کا نام و گمان بھی نہ تھا فقیر نے فلاح مسلمین کی چار تدبیرین شایع کی تھین امید کہ اونپر غور فرما کر اونکے اجرا مین سعی کرین وباللہ التوفیق والسّلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۱ رجادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

رسالہ "دوانع الحمیر" صفحہ ۲۶ تا ۲۷

ان تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ صیانت سلطنت اسلامیہ، تحفظ مقامات مقدسہ اور مشرکین و کفار محاربین کے ساتھ موالات وغیرہ امور فریقین میں محل نزاع تھے۔ درحقیقت یہ طے شدہ امور کسی طرح کی بحث کی صلاحیت نہ رکھتے تھے، ایسے غیر متنازعہ امور کو زیر بحث لانا تحصیل حاصل کے ساتھ حالات سے کمال بے علمی یا فریب دہی تھی۔

ثالثاً: جمعیت العلماء کی طرف سے اعلان مناظرہ کے چیلنج کو جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی کے صدر مولانا محمد امجد علی رضوی کے ستر سوالات (بنام اتمام حجت تامہ) کی اشاعت نے قبول مناظرہ کا درجہ دے دیا۔ جمعیت کے مزید اصرار پر جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک چار رکنی وفد نامزد کر دیا گیا، اس پر پروفیسر سید سلیمان اشرف کے دستخط نے مزید تقویت پہنچائی۔ گویا موضوع مناظرہ:

مولانا محمد امجد علی رضوی کے ستر سوالات (بنام اتمام حجت تامہ) ہیں۔

اور طالبان مناظرہ:

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا ایک نامزد وفد ہے۔

اس وفد کے ساتھ جمعیت العلماء ہند کے اکابر کی زبانی گفتگو بھی ہو چکی اور تحریری بیانات کا تبادلہ بھی ہو چکا تھا، مگر ابوالکلام آزاد کا دیگر اکابر جمعیت العلماء کی طرح مناظرہ سے کمال فرار تھا کہ موضوع مناظرہ "اتمام حجت تامہ" کو تو ہاتھ نہ لگایا۔ اور نہ ہی جماعت رضائے مصطفیٰ کی تحریروں اور مطبوعہ اشتہارات کا جواب دیا جب کہ طالبان مناظرہ وہ تھے۔ ابوالکلام آزاد کا مناظرہ سے فرار کا یہ کمال حیلہ تھا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کو طلب مناظرہ کے لیے خط لکھا۔ درآں حالیکہ مناظرہ میں نہ وہ سائل ہیں اور نہ طالب مناظرہ اور صورت حال یہ ہے کہ فاضل بریلوی قدس سرہ بستر علالت پر تھے، اس مناظرہ کے چھ ماہ بعد ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ اکتوبر

۱۹۲۱ء کو آپ نے دارِ آخرت کی طرف سفر فرمایا۔ اس علالت و نقاہت کے عالم میں فاضلِ بریلوی کو مناظرہ کے لیے دعوت دینا کس معنی میں ہے ———— ؟

وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور ادھر جمعیت العلماء ہند اپنی ہی اُٹھائی ہوئی شورش کے باوجود شرعی مسائل میں تصفیہ کے لیے تیار نہ تھے۔ عوام الناس بے چین تھے کہ اُن کے سامنے دوسری طرف کانگرس کی حمایت، اور متحدہ قومیت کے لیے اسلامی شعار کو قربان کرنے والے بھی بعض افراد مولوی نما تھے، ان نازک حالات میں مدرسہ اہلِ سُنّت و جماعت بریلی کے مدرسین اور جماعت رضائے مُصطفےٰ کے اراکین نے مُسلمانوں کی مذہبی و سیاسی راہنمائی اور مُسلمانوں کو ہندو قومیت میں مدغم کرنے والوں کی ناپاک کوششوں سے آگاہ کرنے کے لیے طویل مضمون کا ایک اشتہار ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو شائع فرمایا۔ اشتہار کا عنوان تھا:
"مُسلمانو! تمہارے پیارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی پیاری آواز"

اس اشتہار میں ہندو مسلم اتحاد کے مویدین حضرات اور گاندھی کے پس رو لیڈران کی غیر اسلامی اور مُسلم قومیت کو فنا کر دینے والی حرکات کو بڑی تفصیل سے گنوایا۔ آج ساٹھ سال بعد کانگرسی مسلم اکابر کی ان حرکات کو دیکھتے ہیں تو مارے شرم کے گردن جھک جاتی ہے کہ شیخ الہند، شیخ الاسلام اور امام الہند قبیل کے کانگرسی اکابر دعویٰ علم و فضل کے باوجود کس طرح مُسلمانوں کو ہندوؤں کے ناپاک ارادوں پر قربان کر رہے تھے۔ آج ان کے اسمائے گرامی دُہراتے ہوئے غیرت محسوس ہوتی ہے اور ان کا ذکر کرنا تہذیب اور رواداری کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ تاہم تاریخ عقیدہ نہیں جو اپنے پرائے کی تمیز کیے بغیر اپنا فیصلہ صادر کرتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماضی کے واقعات کی تصدیق یا تردید ہوتی رہتی ہے۔

Marfat.com

اشتہار کی عبارت اگرچہ طویل ہے مگر تاریخی طور پر اس کا ایک ایک حرف قابل توجہ ہے، اس لیے ذیل میں اس کا عکس دے دیا گیا ہے۔

مسلمانو تمھارے پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی پیاری آواز

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس فرماتے ہیں یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

آخر زمانے میں کچھ لوگ حق میں باطل کے بڑے ملانیوالے سخت جھوٹے تمھارے پاس وہ باتیں لائینگے جو تم نے سُنی ہونگی نہ تمھارے باپ دادے نے تو اونسے دُور بھاگو اور اونھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دین کہیں وہ تمھیں فتنے مین نہ ڈال دین مسلمانو یہ تمھارے پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے وہ جو فرماتے ہین خالص تمھاری خیرخواہی کے لیے فرماتے ہین۔ اب یہ دیکھلو کہ تیرہ سو برس سے کبھی تمھارے باپ دادا نے یہ سُنا تھا کہ مسلمان کہلانے والے مشرکوں سے خلوص اخلاص اتحاد منائین۔ قرآن فرمائے کہ وہ تمھاری بدخواہی مین کمی نہ کرینگے۔ یہ اونھیں خیرخواہ بتائین مشرکون کے حلیف بنین۔ امر دینی مین اونکی مدد مانگین اونکا دامن تھامین اونپر اعتماد کرین۔ اونکے پاس عزت ڈھونڈھین۔ اونکے میل سے غلبہ تلاش کرین اونسے دوستانہ اتفاق کا معاہدہ کرین۔ معاملہ دین مین اونکو اپنا رہنما بنائین خود اونکے پس رو بنین اونکی اطاعت کرین۔ جو وہ کہین وہی مانین۔ قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرست پر نچھاور کرین مشرکونکی خاطر صوت خوشنودی کیلیے شعار اسلام بند کرین۔ اپنے مذہبی شعار پر مسلمانون کو امرار کو انگریزون کی خوشی کے لیے ٹھہرائین۔ اونکی قربانی حرام۔ اور اوسکا گوشت مردار اور اوس قربانی پر قائم رہنے والون کو کافر ٹھہرائین مشرکون کو مسجدون مین لیجا کر مسلمانونکا واعظ بنائین مسلمانون سے اونچا ٹھاکر کے مسند نبوی پر بٹھائین۔ مشرکون کیلیے عزت مانین۔ اونکی عظمت کرین مشرک کی مدح مین کمال

Marfat.com

واط دکھائین ۔اونسے مسلمانون کو فرض دینی کا سبق پڑھانے والا مدبر بتائین ۔اونسے مذکر مبعوث من اللہ ہین کہ اللہ نے انکو تمھارے لیے مذکر بنا کر بھیجا ہے پھر ان کھلے ضلالون حرامونکے حلال کرنے کو آیتون حدیثونمین تحریفین کرین قرآن وحدیث کے ارشاد کا پلٹ کردین مشرکون کی رضامندی کو خدا کی رضا مانین لیسا نیا مذہب نکالنا چاہین کہ مسلم وکافر کا امتیاز اوٹھا دے سنگم وپریاگ (معابد مشرکین) کو مقدس علامت ٹھہرادے مسلمان بننے والے گنگا جمنا کی زمین کو مقدس زمین کہین ۔اونسے ترک بھی چڑھکر آئین تو اونپر بھی تلوار اوٹھانے کا عزم رکھین یہ ترکون کی خیر خواہی ہے مشرکونکے بھائی بننے کو نیک کام بتا کر بارگاہ الٰہی مین پیش کرین مشرکون سے ماتھے پر قشقے لگوائین مشرک کی ٹکٹی کندھون پر اوٹھائین ۔اوسکے ماتم کو ننگے پاؤن ننگے سر جمع ہوکر اوسکے لیے دعاے مغفرت کرین مساجد کو اوسکا ماتم گاہ بنائین مشرک کی جے مسلمان پکارین ۔واحد قہار کو رام کہین یعنی ہر چیز مین رما ہوا ہر شے مین سرایت کیے ہوا اور ونکے مفتی اسے جائز بتائین ۔جن ظالم مشرکون نے صرف قربانی بند کرنیکے لیے مسلمانون کو قتل کیا اور ستی کا تیل ڈالکر جلایا مسجدین ڈھائین قرآن پھاڑے ۔صدہا گانون لوٹ لیے یہ اونکی رہائی کے ریزولیوشن پاس کرین ۔رام لچھمن پر پھول چڑھائین قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولی مین رکھکر مندر مین لیجائین اونکی پوجا کرائین وغیرہ وغیرہ شیطنت کثیرہ ۔خدا کو ایک جانکر کہنا کبھی تیرہ سو برس سے یہ باتین سُنی تھین ۔یقیناً یہ وہی ہین جنکو تمھارے پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام فرماتے ہین اونسے دور بھاگو اور اونھین اپنے سے دور کرو ۔کہین وہ تم کو گمراہ نکر دین کہین وہ تم کو فتنے مین نہ ڈال دین دیکھو تمھارے نبی کا یہ ارشاد ہے اور تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے لا تقعدوا معھم انکم اذا مثلھم اونکے پاس نہ بیٹھو ورنہ تم بھی اونھین جیسے ہو ۔پارٹی والے ہم غریب مسلمانون کو انگریزون کا طرفدار کہہ سکتے تھے اگر ہم اپنی طرف سے کچھ کہتے ہم تو اللہ ورسول کے ارشاد سُناتے ہین کیا اللہ ورسول بھی اونکے نزدیک انگریزون کے طرفدار ہین مسلمانو للہ اپنے رب کا ارشاد اور اپنے نبی کی آواز سُنو ۔ہم جانتے ہین کہ تم مین اکثر وہ ہوتے ہین کہ بطور تماشا اونکے جلسے مین جاتے ہین مسلمانو یہ بھی تمھارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام نے حرام بتایا اور صاف ارشاد فرمایا ہے کہ من کثر سواد قوم فھو منھم جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے وہ اونھین مین سے ہے پھر وہان اللہ ورسول کو سخت گالیان دینے والون وہابیون دیوبندیونکا عمل دخل ہے تم گوارا کروگے کہ اونکے جتھے مین شریک ہوکر اونکے نیچے بیٹھکر اللہ ورسول کو ایذا دو۔

Marfat.com

مسلمانو۔ تمہارا رب سب کچھ جانتا ہے تمہارے نفع نقصان کی سب باتین بتادی ہین
ایسون کو چندہ دینے کیلیے فرماتا ہی فسینفقونہا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون
یہ خرچ کرینگے پھر قیامت مین یا انکے لیے پچھتانا ہوگا کہ ہائے مال بھی دیا اور خدا کا غضب بھی
سر پر لیا پھر مغلوب کرکے اپنے ٹھکانے پہنچائے جائینگے مسلمانو ہمنے اللہ و رسول کے
احکام سُنادیے جو مانے او سکے لیے دین دنیا کا بھلا ہے ورنہ ہم اپنا فرض ادا کرچکے نہ ماننے
والون کو قیامت مین یہ عذر نہ رہا کہ ہمین معلوم نہ تھا اے میرے رب ہدایت فرما آمین ۔

مدرسین مدرسۂ اہل سُنت و جماعت و اراکین جماعت

رضائے مصطفی (علیہ افضل الصلاۃ والثنا)

۱۳ رجب مرجب ۳۹ھ

رسالہ "دوامغ الحمیر" صفحہ ۵۷ تا ۵۹

جمعیت العلماءِ ہند کے اکابر اپنی غیر اسلامی اور سیاسی طور پر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ حرکات کو چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ "ہماری حرکات کی حقیقت عوام پر واضح ہو۔" وہ جماعت رضائے مصطفٰے کے مطالبہ تحقیق حق کا کوئی جواب نہ دے رہے تھے۔ اس کے باوجود اراکین جماعت نے اپنی کوششوں کو منطقی عروج تک پہنچانے کے لیے غیر متزلزل رکھا۔ جماعت رضائے مصطفٰے کے نامزد وفد نے ابو الکلام کو جلسہ میں حاضر ہو کر اپنا موقف بیان کرنے کے لیے وقت کے مطالبہ کا ایک اور خط لکھا —— اور اس کے ساتھ ہی پروفیسر سید سلیمان اشرف نے مولانا عبدالماجد بدایونی اور مولوی عبدالودود صاحب کو ذاتی طور پر اپنے نام سے ایک خط لکھا، ابو الکلام آزاد خط کا جواب کس طرح دیتے؟ البتہ مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمعیت کی طرف سے یہ مایوس کن جواب آیا کہ:

"ہر کس و ناکس سے نزاع و مخاصمہ کرنا خدّام ملّت کے نزدیک بے نتیجہ اور بے سُود ہے۔" [1]

اس پر سید سلیمان اشرف نے ۱۴ رجب / ۲ مارچ کی صبح کو اس خط کا جواب یہ بھیجا:

"جلسہ جمعیت العلماء منعقدہ بریلی کا رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بھیجا۔ فقیر نے شرکت سے قبل امر مابہ النزاع کا تصفیہ چاہا۔ آنجناب اس بے بضاعت کو "ناکس" قرار دے کر گفتگو سے اعراض فرماتے ہیں امام اہل سُنّت مجدد مأتہ حاضرہ سے طالب مناظرہ ہوتے

---

[1] روداد مناظرہ مرتبہ اراکین جماعت رضائے مصطفٰے مطبوعہ بریلی، ص ۳

ہیں۔ انصاف شرط ہے کہ رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بلاواسطہ بھیجا جائے اور گفتگو کی جب نوبت آئے تو اُسے "کس وناکس" کہا جائے۔ اُس کے احقاق حق کو نزاع ومخاصمہ قرار دیا جائے، کیا یہی شیوۂ خدام ملت ہے آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ براہ کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو اپنے جلسے میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں"۔ [1]

پروفیسر سید سلیمان اشرف کے جواب میں ابوالکلام آزاد نے وہی راہ فرار اختیار کی جو اس سے پہلے امام احمد رضا قدس سرہ کے نام لکھے گئے خط میں اختیار کی تھی۔ یعنی امور غیر متنازعہ فیہ کا محل بحث قرار دینا اور امور متنازعہ فیہ اور منشاء اختلاف سے یہ کہہ کر قطعاً انکار کر دیا کہ:۔

"ان امور (غیر متنازعہ) کے علاوہ فی الحال دُوسرے مباحث سے اس مناظرہ کو کچھ علاقہ نہ ہو گا۔" [2]

یہ ٹال مٹول اور حیلے حوالے دیکھ کر صاف کُھل گیا کہ جمعیت العُلماء ہند کے ارباب اقتدار اپنے اور کارکنان خلافت کمیٹی کے غیر محتاط رویہ بلکہ غیر اسلامی حرکات کے باعث مناظرہ سے عاجز ہیں، صرف بلند بانگ دعووں اور سخن سازی میں وقت گزار رہے ہیں۔

جماعت رضائے مُصطفٰے کے خطوط میں وہی لمبی خاموشی اور سید سلیمان اشرف کے خط میں غیر متعلق بلکہ مایوس کن جواب کے باوجود جماعت رضائے مُصطفٰے نے چھٹی بار ایک اور خط میں تعیّنِ وقت ومقام کا تقاضا کیا لیکن نتیجہ بے سُود۔ ادھر طلب مناظرہ

---

[1] ایضاً، ص ۳ ــ ۴

[2] ایضاً، ص ۴

Marfat.com

کے جواب میں طویل خاموشی اور ادھر غیر اسلامی اور سیاسی طور پر ملت اسلامیہ کیلئے نقصان دہ اقوال وحرکات کی موجودگی میں جمعیت العلماء ہند کے اجلاس کی کاروائی ـــــ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جمعیت العلماء ہند اپنے اجلاس کے اختتام پر یہ کہہ کر ساری ذمہ داری علمائے اہل سُنت پر ڈال دیں گے کہ " انہوں نے اختلاف کو ختم کرنے کا ایک نادر موقعہ ضائع کر دیا ہے، ہم تو ان کے گھر اختلاف ختم کرنے آئے تھے"۔

اس صورت حال کے پیش نظر خدام آستانہ عالیہ رضویہ اراکین جماعت رضائے مُصطفےٰ اور مدرسۂ اہل سُنت وجماعت کے فاضل مدرسین ملی وقومی مسائل کے حل، عُلماء کے درمیان مذہبی وسیاسی امور متنازعہ فیہ کے تصفیہ اور اسلامیان ہند کے لیے موجود درپیش مسائل، اور آئندہ کے لیے متفقہ لائحہ عمل مرتب کرنے کی خاطر جمعیت العلماء کے پنڈال میں بڑی شان وشوکت سے پہنچے، ہزاروں کی تعداد میں مُسلمان ان کے ساتھ تھے. مجمع کے آگے نعت خوان، نعت شریف پڑھتے جا رہے تھے اور مسلمان نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کرتے نہایت وقار وتحمل سے جلسہ گاہ میں پہنچے۔ مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف کو تو باقاعدہ دعوت شرکت مل چکی تھی. اراکین جماعت رضائے مُصطفےٰ اپنے سابقہ تقاضوں اور خطوط کی بناء پر اور سید سلیمان اشرف اپنے باقاعدہ دعوتی پیغام کی بناء پر مجمع میں تشریف لائے. حقیقتاً اراکین جماعت رضائے مُصطفےٰ کی طرف سے یہ ساتواں شدید تقاضا تھا، جب یہ حضرات سراپا مطالبہ مناظرہ بن کر جلسہ گاہ میں پہنچے تو منتظمین جلسہ عُلماء اہل سُنت کو نہایت احترام واحتشام سے سٹیج پر بٹھانے پر مجبور ہو گئے، اُس وقت مولوی احمد سعید دہلوی تقریر کر رہے تھے. مولوی احمد سعید دہلوی نے اپنی تقریر میں بڑی کوشش کی کہ مجمع کو اپنے موافق جوش دلایا جائے، اس پر انہوں نے اپنی پوری قوت صرف کر دی. لیکن اب جلسہ گاہ میں صورت حال بدل چکی تھی، مجمع بار بار تقاضا کر رہا تھا کہ ہمیں عُلماء اہل سُنت کے

Marfat.com

خیالات سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا جائے۔ صدر جلسہ ابو الکلام آزاد نے جب حالات کا جائزہ لیا، علماء اہل سنّت، وفد جماعت رضائے مصطفٰے، خدام آستانہ عالیہ رضویہ اور راسخ الاعتقاد سُنّی عوام کو ہزاروں کی تعداد میں جلسہ گاہ میں موجود پایا تو اب اُسے مناظرہ سے بچنا ناممکن نظر آیا۔ بایں ہمہ طالبان مناظرہ — وفد جماعت رضائے مصطفٰے کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف کو تقریر کے لیے پینتیس (۳۵) منٹ کا وقت دیا (وہ بھی اس لیے کہ ان کے نام جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں تقریر کا دعوتی پیغام بھیج چکے تھے، انہیں وقت دینے کے سوا چارہ نہ تھا) مولانا سید سلیمان اشرف نے موقع سے فائدہ اٹھایا انہیں جماعت رضائے مصطفٰے کی طرف سے مناظر اور رسائل کے فرائض سرانجام دینے پڑے۔ مولانا نے اپنی تقریر میں در پیش مسائل حاضرہ، تحفظ سلطنت اسلامیہ صیانت مقامات مقدسہ اور ترک موالات وغیرہ امور میں سے نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف کو بیان فرمایا۔

مولانا سید سلیمان اشرف کی تقریر کی جزئیات پر بحث کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا انداز بیان پیش کیا جائے تاکہ آپ کی تقریر کی تاثیر اور جامعیت کھل کر سامنے آجائے۔ مولانا سید سلیمان اشرف کے مخالف مناظر اور ابو الکلام کے خصوصی معتمد مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی تعصب اور شدید اختلاف کے باوجود عینی شاہد کے طور پر لکھتے ہیں :-

> رضاخانی جماعت (امام احمد رضا کے خدام اور جماعت رضائے مصطفٰے کے وفد) کے ترجمان اور خطیب، مولانا سلیمان اشرف تھے اور اس میں شک نہیں بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے، موصوف کی تقریر نے جو بہت لمبی تھی، کانفرنس کو ہلا ڈالا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب

Marfat.com

اور کچھ کہنا ممکن نہیں۔" [1]

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

ایک اور عینی شاہد کا بیان ملاحظہ ہو:

"مولانا سید سلیمان اشرف کی تقریر سے پہلے مجمع میں جمعیت کے لیڈروں کی طرف سے جوش پیدا کر دیا گیا تھا، لیکن مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ اپنے اعتراضات بھی پیش کر دیئے اور اُن (جمعیت العلماء کے اکابر) کی غلطیاں بھی دکھلائیں، اور مجمع میں کوئی بے چینی بھی پیدا نہ ہوئی، بلکہ مجمع قبول کے کانوں سے حضرت مولانا کی تقریر سنتا رہا، بار بار اللہ اکبر کے نعرے اور تحسین و آفرین کی صدائیں سُننے میں آ رہی تھیں۔" [2]

پروفیسر سید سلیمان اشرف نے جن مسائل پر اظہار خیال فرمایا وہ یہ ہیں:

۱۔ ہندوؤں کی رضامندی کے لیے ذبیحہ گاؤ پر پابندی کا مطالبہ کیوں؟

۲۔ گاندھی کے زیر اثر اکابر جمعیت العلماء ہند اور خلافتی لیڈروں کا شعار اسلام ترک کرنا۔

۳۔ کانگریس کی خوشنودی کے لیے شعائر کفر میں مبتلا ہونا۔

۴۔ تمام کفار سے موالات کا ناجائز و ممنوع ہونا عام ازیں کہ وہ نصاریٰ ہوں یا ہنود

۵۔ سلطنت کی خاطر مذہب کو قربان نہ کرنا۔

مولانا کی تقریر "روداد مناظرہ" میں چھپ چکی ہے۔ یہاں ہم مولانا کی تقریر

---

[1] ہفت روزہ چٹان لاہور۔ جلد ۱۴۔ شمارہ ۱۰۔ مورخہ ۶ مارچ ۱۹۶۱ء ص ۱۵

[2] ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد جلد ۲، شمارہ ۵، ۱۳۳۹ھ بحوالہ حیات صدر الافاضل، ص ۱۲۶-۱۲۹

Marfat.com

کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

"حضرات! فقیر کی حاضری کی غایت اور خطاب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ نہایت وضاحت اور صراحت سے امر مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف کو آپ حضرات کے سامنے پیش کر دوں۔

مسئلہ خلافت و تحفّظ و صیانت اماکن مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جن میں نہ صرف یہ فقیر بلکہ تمام علمائے کرام نہیں بلکہ تمام عامہ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں۔" ؎۱

"سلطنت ترکی ہماری دینی بھائی اُس پر اسلامی سلطنت اُس پر اسلام کی قوت دفاعی پھر حرمین شریفین کی خادم و محافظ، بس اُن کی اعانت اور نصرت نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام مسلمانانِ عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔" ؎۲

"میرا و نیز دیگر علمائے اہل سُنّت و جماعت کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ (حرمین شریفین کی محافظ سلطنت اسلامیہ ترکی کی اعانت و نصرت) میں ہرگز نہیں۔ ہاں اختلاف اس میں ہے کہ ہندوؤں سے موالات برتتے ہیں اور مسلمانوں کو حرام و کفریات کا مرتکب بناتے ہیں"۔ ؎۳

"آپ حضرات نے برو اقساط کو موالات کا مرادف قرار دیتے ہوئے بے شمار اقوال و افعال کفر و حرام کا ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو اُسے عین تعمیل حکم الٰہی بتایا، تفصیل اس کی اس آدھ گھنٹے میں ناممکن۔ تعداد اُن کی تقریباً ساٹھ" ؎۴

؎۱-۳ روداد مناظرہ، ص ۴، ۵ ؎۴ ایضاً، ص ۶

Marfat.com

"آپ نے قشقہ لگایا۔ گاندھی کی جے ایک دو جگہ، ایک دو بار نہیں بلکہ بیسیوں جگہ بیسیوں بار پکاری کہ مہاتما گاندھی کی جے، جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے کیا قشقہ علامت شرک نہیں؟ —— آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کر کے ہمارے جذبات ابھارتے ہیں مگر کیا ہندوؤں نے آرہ، شاہ آباد، کٹارپور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لیے ایسے ہی مظالم نہیں کئے، قرآن مجید نہیں پھاڑے، عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی، مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں، مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں۔" [1]

"غرض مقامات مقدسہ و خلافت اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں خلاف نہیں۔ ہندوستان کے مفاد کی کوشش کیجئے، اس سے ہمیں خلاف نہیں۔ خلاف اُن حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی و مخالف دین کر رہے ہیں ان حرکات کو دُور کر دیجئے، ان سے باز آیئے ان کی روک تھام کیجئے عوام کو ان سے باز رکھیے تو خلافت اسلامیہ و ممالک مقدسہ کی حفاظت، ہندوستان کی ملکی مفاد کی کوششیں ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر کرنے کو تیار ہیں۔" [2]

"مسلمان، گاندھی یا کسی اور کے پس رو اور متبع نہیں ہو سکتے کسی کے جھنڈے کے نیچے نہیں آسکتے، البتہ اگر کوئی غیر مسلم ملکی مفاد کے لیے ہمارے جھنڈے کے نیچے آکر ہماری زیر سیادت کوشش کرے

---

[1] ایضاً، ص ۷

[2] ایضاً، ص ۷ – ۸

توہم اُس سے کام لے سکتے ہیں۔" ؎۱

"مذہب کسی سلطنت پر فدا نہیں کیا جا سکتا، اسلام وہ مذہب ہے جس پر سلطنتیں فدا کی جا سکتی ہیں۔" ؎۲

مولانا سلیمان اشرف کی مسائل حاضرہ پر جامع تقریر سن کر اراکین جمعیت العلماء مبہوت رہ گئے، اور ابوالکلام آزاد کا تو بقول عبدالرزاق ملیح آبادی یہ حال تھا:

"مولانا سلیمان اشرف کی جادو بیانی مولانا (ابوالکلام) سن رہے تھے، اور ان کے کندھے مولانا سلیمان اشرف مرحوم کی جادو بیانی سُن (کر) غیر نمایاں طور پر پھڑک رہے تھے۔" ؎۳

پروفیسر سیّد سلیمان اشرف کی مدلل تقریر کے دوران آیات و احادیث اور تفسیر و تاریخ کے حوالوں سے ابوالکلام و دیگر اکابر جمعیت العلماء کی غیر اسلامی حرکات، ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے شعار اسلام کا ترک، متحدہ قومیت کی ناپاک کوششوں پر شدید گرفت اور مولانا امجد علی رضوی کے ستر سوالات کا قرض، یہ وہ امور تھے جنہوں نے ابوالکلام صدر جلسہ سمیت دیگر اراکین جمعیت کو بوکھلا دیا۔ ابوالکلام تو اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ ان کے "جسم پر کپکپی طاری تھی" ان کے کندھے پھڑک رہے تھے"۔ ؎۴ بڑی بے صبری کے عالم میں جواب کے لیے کھڑے

؎۱ ماہنامہ السواد الاعظم جلد ۲، شمارہ ۵، ۱۳۳۹ھ بحوالہ حیات صدر الافاضل، ص ۱۶۶ - ۱۶۷

؎۲ ایضاً، ص ۱۶۷ ؎۳ ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ر مارچ ۱۹۶۱ء، ص ۱۵ - ۱۶

؎۴ یہ کیفیات خود ساختہ نہیں بلکہ جلسہ میں حاضر عینی شاہد ابوالکلام آزاد کے معتمد خصوصی مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی کی بیان کردہ ہیں:
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہفت روزہ چٹان لاہور شمارہ ۶ر مارچ ۱۹۶۱ء

Marfat.com

ہوئے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں پروفیسر مولانا سیّد سلیمان اشرف کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات دوستی و محبّت کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی مولانا موصوف پر دو الزام لگائے۔

۱۔ مولانا موصوف بسبب حجرہ نشینی واقعات سے بے خبر ہیں۔

۲۔ بے تحقیق و تفتیشِ حال صرف اخباری بیان پر اعتماد کر کے مواخذہ کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ مولانا موصوف کی تقریر کے درمیان اُٹھائے گئے اکثر سوالات سے پہلوتہی، بلکہ ان کا ذکر تک نہ کیا۔ بعض اعتراضات سے بچاؤ کی یہ صورت کی کہ ان سے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ بعض اعتراضات کی دُور دراز کار تاویل کی ـــــ اور سب سے بڑی بات جو ابوالکلام نے کہی وہ یہ تھی کہ :-

"بے شک موالات تمام کفار و مشرکین سے ممنوع و حرام ہے جیسے نصاریٰ سے ناجائز ایسی ہی ہنود سے ناجائز، کون کہتا ہے کہ آیۂ ممتحنہ سے موالاتِ غیر محاربین کا جواز نکلتا ہے، کس ذمّہ دار شخص نے ایسا کہا" [۱]

مُسلم تشخص کا امتیاز و تحفّظ کرنے والے اکابر علماء اہل سُنّت کے مُوقف کی کتنی شاندار فتح ہے، اور یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ ابوالکلام آزاد نے اپنے مُوقف سے خود انحراف کرتے ہوئے بھرے مجمع میں (جس میں مُسلمان اور ہندو دونوں موجود تھے) ہندوؤں سے دوستی اور موالات کو ناجائز بتایا۔

حالانکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ جمعیت العلماء ہند کے اکابر اور تحریک خلافت کے لیڈر جس متحدہ قومیت کی تشکیل میں ہمہ وقت مصروف تھے، اس کے لیے ہندوؤں

---

[۱] دوامغ الحمیر: ص ۵۵، حیات صدرالافاضل ۱۶۷، روداد مناظرہ: ص ۸

Marfat.com

سے دوستی اور موالات استوار کرنا ضروری امر تھا، اور انہیں اپنا مقتدا و پیشوا بنانا، بتانا روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ دیگر کفار و مشرکین محاربین و غیر محاربین سے موالات کا جواز و عدم جواز ——— یہی وہ بنیادی اور اصولی اختلاف تھا جہاں سے "نظریۂ وطنیت" اپنانے ——— اور مسلمانوں کے تشخص کو زندہ و تابندہ رکھنے والوں کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں، یہ نظریاتی جنگ نتائج کے اعتبار سے عظیم جنگ تھی، اور ہے۔

ترک موالات کے مسئلہ پر جن خیالات کا اظہار امام احمد رضا قدس سرہٗ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء سے کرتے چلے آرہے تھے، تحریک ترک موالات ۱۹۲۱ء کے دوران اسے مزید تفصیل سے بیان کیا۔ ان نظریات کے حامل اور مبلغ حضرات علماء اہل سنت کی آج فتح عظیم تھی جس کا اقرار ان کے نظریاتی مخالفین کے صدر ابوالکلام آزاد نے بھرے مجمع میں صاف طور پر کیا۔

ہندو مسلم اتحاد کے داعین اور مبلغین کے اپنے ہی جلسہ میں انہیں اپنے سابقہ موقف کو غلط قرار دینا پڑا، ہنود کی محبت کو جزو ایمان قرار دینے والوں کو کس درجہ ذلت و شکست اٹھانی پڑی۔ علماء اہل سنت کی ہیبت اور ان کے مواخذہ کی شدت کے باعث برسر عام "ہندوؤں کی دلداری بھول کر یہ ان کہی کہنے لگے کہ" اگر ہندوستان کے بائیس کروڑ ہندو سب کے سب گاندھی ہو جائیں اور مسلمان اُن کو اپنا راہنما بنائیں تو یہ سب بُت پرست ہیں اور وہ سب کے سب بُت اور گاندھی ان کا بُت۔" [1]

ابوالکلام کے اس بیان کے بعد جماعت رضائے مصطفےٰ کے وفد کی

---

[1] دوامغ الحمیر: ص ۵۵، روداد مناظرہ: ص ۹، ۱۸

زبردست فتح وکامرانی اور اکابر جمعیت العلماء کی شکست فاش کو مجمع نے بچشم خود ملاحظہ کیا۔ یہ فتح "دراصل دو قومی نظریہ کی عظیم فتح تھی"[1] اب مزید کسی اور دلیل کی ضرورت نہ رہی تھی۔ جمعیت العلماء کے اکابر کی بے بسی واضح تھی، مجسمہ عبرت بن کر ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے کہ

ع صنم کی یاری میں دیں بھی ہاتھ سے گیا

تقریر کے دوران ابوالکلام بید کی طرح کمزور رہے تھے[2]، اپنے اوپر لگائے گئے الزامات سے برّیت ظاہر کر رہے تھے، کبھی کہتے: گاندھی کی تعریف میں ذات مقدس، کے الفاظ میں نے استعمال نہیں کئے، کبھی کہتے: کس نے قشقہ کھینچنے کی اجازت دی، کس نے گاندھی کو "مہاتما" (مہاتما کا مفہوم ہے روح اعظم) کہا، کس نے اس کی "جے" پکاری، کس نے کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے، کس نے ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا[2] —— وغیرہ، گائے کی قربانی

---

[1] اس واقعہ کو مناظرہ کے عینی شاہد، رکن جماعت رضائے مصطفےٰ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو: دوامغ الحمیر، ص ۵۶، رُوداد مناظرہ، ص ۱۹

[2] ان کفری حرکات وکلمات کا صدور جمعیت العلماء ہند کے اکابر اور تحریک خلافت کے لیڈروں سے بارہا ہوا، ان سے کسی بھی مورخ نے انکار نہیں کیا —— واقعات سے چشم پوشی ابوالکلام کی کمال حیلہ سازی ہے۔ ان غیر اسلامی کلمات حرکات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(ا) پاسبان مذہب وملت (تحقیقات قادریہ) از محمد جمیل الرحمن خان مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء

(ب) مسلم انڈیا از کاشش البرنی مطبوعہ لاہور ۱۹۴۲ء

(ج) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور تحریک آزادی از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء

(د) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور شمارہ نومبر ۱۹۷۷ء (انٹرویو، مولانا محمد فضل قدیر ندوی)

Marfat.com

پر پابندی کے مطالبے اور مولانا محمد امجد علی رضوی کے ستّر سوالات کا ذکر تک نہ کیا،
حالانکہ یہی سوالات موضوع مناظرہ تھے۔[1]

کفری اور غیر اسلامی حرکات سے قطعاً انکار پر مولانا برہان الحق[2] خلیفہ
امام احمد رضا نے خلافت کانفرنس، ناگپور سے ایک ماہ بعد تک کے اخبار زمیندار،
لاہور کے شماروں کا حوالہ دے کر ابوالکلام سے فرمایا کہ دیگر لیڈروں کی طرح آپ

---

[1] صدر الشریعۃ مولانا امجد علی کے ستّر سوالات بنام "اتمام حجت تامہ" کا جواب آج تک ہندو مسلم اتحاد کے داعین و مبلغین کے ذمہ قرض ہے۔ مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفٰے رضا خاں مدظلہ الاقدس (ابن و خلیفہ امام احمد رضا) لکھتے ہیں :-

"اگر اب بھی آپ اپنی ضد، اپنی بے جا ہٹ سے باز نہ آئیں اسی پر جمے رہیں تو مہربانی فرما کر دو سال قبل سے آج تک کے جو امور جواب طلب آپ کے ذمّے ہیں جو پہاڑ آپ پر سوار ہیں اُن کے جواب لکھیئے اور نہ سہی صرف اتمام حجت تامہ ہی کے فقط ستّر سوالات سے سبکدوشی حاصل کیجئے۔

طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد مطبوعہ بریلی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء، ص ۷۵

[2] آپ نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اس کا کچھ اندازہ "مکاتیب بہادر یار جنگ" سے ہوتا ہے۔ نواب بہادر یار جنگ (م ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) اپنے ایک مکتوب (محررہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء) میں مفتی محمد برہان الحق جبلپوری مدظلہ العالی کو لکھتے ہیں :-

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے میں اس عنایت کے لیے سب کا ممنون ہوں۔"

مکاتیب بہادر یار جنگ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۴۰۵

Marfat.com

سے بھی ایسے کلمات صادر ہوئے ہیں، ان سے انکار ممکن نہیں۔

ابوالکلام آزاد نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ ان حرکات سے سرے سے لاعلمی کا اظہار کر دیا جائے، چنانچہ کھڑے ہو کر کہا : " لعنۃ اللہ علیٰ قائلہ "

مولانا سید سلیمان اشرف نے ابوالکلام آزاد کے انکار پر ایک ایک غیر اسلامی حرکت کو' حوالہ سے ثابت کیا اور فرمایا کہ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کے جوش میں جب آپ کے ساتھی' نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر ان غیر اسلامی حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں تو آپ کو سختی سے منع کرنا چاہیئے۔ آپ کا سکوت آپ کی رضامندی کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر آپ ان غیر اسلامی حرکات سے رجوع کریں تو "ہم خدمت و حفاظت مقامات مقدسہ و خلافت اسلامیہ میں آپ کے ساتھ ہیں۔"

اس کے بعد مولانا حامد رضا خاں بریلوی (صاحبزادہ و خلیفہ امام احمد رضا) نے فرمایا کہ "مقامات مقدسہ کی حفاظت اور خلافت اسلامیہ کی خدمت ہر مسلمان پر بقدر وسعت فرض ہے اس سے کسی کو انکار نہیں' اسی طرح تمام کفار و مشرکین سے ترک موالات بھی فرض ہے۔ آپ کی خلاف شرع حرکات میں سے کچھ کا بیان تو سید سلیمان اشرف کی تقریر میں آچکا ہے' باقی کا ذکر جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے شائع شدہ اشتہار بعنوان "اتمام حجت تامہ" میں ہے وہ اشتہار آپ کو پہنچ چکا ہے۔ آپ جب تک ان تمام حرکات سے' رجوع نہ شائع کریں گے ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔" (ملخصاً)

ابوالکلام آزاد نے وعدہ فرمایا کہ "منافی دین اور غیر اسلامی حرکات سے بیزاری کا اعلان ہم جلسہ کی روئداد میں شائع کر دیں گے۔"[1]

---

[1] روداد مناظرہ، ص ۱۰ 'حیات صدر الافاضل، ص ۱۶۹

Marfat.com

کاش! ایسا ہو جاتا تو اس سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے۔ متحدہ قومیت کی تحریک دب جاتی، انگریز اور ہندو کے مکر و فریب کا کلیتہً ابتدا ہی میں خاتمہ ہو جاتا، کانگرس کے پروگرام کے مطابق کام کرنے والے علماء، تحریک پاکستان کے سپاہی بن جاتے، اور علماء اہل سنّت اور اکابر جمعیت العلماء ہند کے درمیان اختلافات ختم ہو جاتے۔ ابوالکلام آزاد نے غیر اسلامی حرکات سے رجوع کا وعدہ پورا نہ کیا اور نہ ہی تحریک پاکستان کی نظریاتی جنگ لڑنے والوں کی صفوں میں شمولیت کی بلکہ ہمیشہ کے لیے کانگرس کے بن کر رہ گئے۔

چونکہ جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں ہونے والا مناظرے کا اسٹیج بھی جمعیت کا اجلاس تھا، اس لیے تاریخی طور پر یہ ذمہ داری جمعیت العلماء ہند کی تھی کہ مناظرہ بریلی کی روداد شائع کرتی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم ہونے کے اعتبار سے جمعیت کی طرف سے مرتب شدہ روئداد مناظرہ میرے علم میں نہ آئی، شاید اپنی تاریخی شکست پر پردہ ڈالنے اور اپنی عظیم خفت کو مٹانے کی غیر مؤرخانہ کوشش کا ایک حصہ تھا۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کا وفد بحمدہٖ تعالیٰ اپنے موقف میں عظیم فتح پاکر لوٹا۔ ہر طرف سے علماء اہل سُنّت کو مُبارک بادی کے پیغام آنے لگے، اور شدید مطالبہ ہُوا کہ اس تاریخی اجلاس کی مکمّل روداد شائع کر دی جائے؛ چنانچہ جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی نے اس اہم تاریخی اجلاس کی کارروائی کو "روداد مناظرہ" کے نام سے شائع کیا جو اس وقت آپ کے سامنے ہے، ہم اس مطبوعہ روئیداد کا عکس شامل کر رہے ہیں۔

Marfat.com

حضرت مولانا المحترم جناب مولوی شاہ سید سلیمان اشرف

اور

مسٹر ابوالکلام آزاد سے

۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ کو اندرون جلسہ جمعیۃ العلماء بریلی میں ہوا

مسمّی بہ

روداد مناظرہ

مرتبہ

شعبہ علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثنا بریلی

خانقاہ عالیہ رضویہ

جسکو

اراکین جماعت نے بکمال اہتمام سید انتظام علی شاہ اور [illegible] میں

[illegible]

قیمت ۲/

۲

روداد مناظرہ

جناب مولٰنا مولوی سید سلیمٰن اشرف صاحب و مولوی ابوالکلام صاحب آزاد اندرون جلسہ جمعیۃ العلما بتاریخ ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ بمقام بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جمعیۃ العلما کی جانب سے جلسہ بریلی کے اعلان کے لئے متعدد اشتہار شائع کیے جن میں مخالفین پر اتمام حجت کیا جانا اپنا مقصد ظاہر کیا۔ جماعت رضائے مصطفٰے کی طرف سے اوس کے صدر شعبہ علمی نے ۱۰ رجب روز دوشنبہ کو ایک اعلان مناظرہ بنام اتمام حجت تامہ ستر سوالات پر مشتمل شائع کیا اور ایک معزز وفد کے ہاتھ یہ مطبوع اعلان ناظم جمعیۃ العلما کے پاس بھیجدیا وفد کی تمام کارگزاریاں اشتہار عنوانی (معززین اہلسنت کی توجہ ضرور ہے) میں ۱۲ رجب کو شائع ہوچکیں اسمیں بھی طلب مناظرہ کا شدید تقاضا تھا جب متواتر مطبوعہ تقاضوں پر ادودھر سے صدائے برنخاست کو ۱۳ رجب کو بوقت صبح پھر ایک خط بطلب مناظرہ و تعیین وقت مولٰنا مولوی ظفر الدین صاحب مولٰنا مولوی امجد علی صاحب۔ مولٰنا مولوی حسنین رضا خانصاحب نے صدر جمعیۃ العلما مولوی ابوالکلام صاحب آزاد و عبد الماجد صاحب بدایونی ناظم جمعیت کے نام جلسہ عام میں بھیجا اسوقت مولٰنا مولوی سید سلیمٰن اشرف صاحب بھی تشریف لے آئے تھے اونھوں نے بھی طلب مناظرہ میں اپنے دستخط فرمادیے پھر سنظرہ خط بھیجا جس کا ذکر آگے آتا ہے اس خط جماعت کا بھی جواب اون لوگوں نے ندے سکتے تھے ندیا مگر یہ مناظرہ کا جو تھا مطالبہ تھا جسکا جواب ۱۴ کی شب میں مولوی ابوالکلام صاحب صدر کی ایک عجیب تحریر آئی جسمیں اتمام

۳

حجت تامہ کے ستر سوالات کے جواب دینے سے صاف اعراض اور قطعی گریز کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک جدید فرضی واختراعی مورد بحث مسئلہ تحفظ وصیانت خلافت اسلامیہ وترک موالات واعانت اعداء محاربین اسلام وغیرہ ایجاد کر کے اعلیحضرت قبلہ سے مناظرہ طلب کیا۔ ان امور کو محل نزاع ٹھہرانا محض بے بنیاد اور غلط وباطل صریح مغالطہ تھا اعلیحضرت کی متعدد تحریریں آٹھ سال سے ابتک شائع ہوتی رہیں جنہیں تحفظ وصیانت مملکت اسلامیہ ومقامات مقدسہ کو ہر مسلمان کے لیے فرض وضروری اور موالات واعانت جملہ مشرکین وکفار کو ممنوع وحرام بلکہ منجر بکفر تبایا ہے لہذا یہ مسائل کسی طرح بحث کی صلاحیت نہ رکھتے تھے امور بحث طلب وہی تھے جنسے مولوی ابوالکلام صاحب نے اعراض کیا اور تحفظ وصیانت غیر مختلف فیہ مسائل کو اپنے گریز کا پردہ بنایا دوسری پہلو تہی یہ کی کہ حضرت امام اہلسنت پر مناظرہ ٹالا اور حضرات اربعہ جو طالب مناظرہ ہوئے اونکے مناظرہ سے موںھ چھپایا حالانکہ اون کے اعلانوں میں عام مخالفین کا ذکر تھا مولوی ابوالکلام کا بحث بدلنا امور غیر متنازع فیہ میں مناظرہ چاہنا امور متنازع فیہ سے قطعًا اعراض کرنا مناظرین سے موںھ چھپانا ہزار گفتنی حیلہ سے مناظرہ ٹالنا قابل ملاحظہ ہے مولوی ابوالکلام صاحب کی مشہور زبان زوری سے یہ حرکات بہت تعجب ہوتیں مگر درحقیقت اونکی کمزوری اس پر اونھیں مجبور کر رہی تھی پھر بھی مناظرین نے اونکی کسی پہلو تہی پر خیال نفرماکر اپنی کوشش تحقیق حق کو غیر متزلزل رکھا اور شیوفت دو خط بھیجے ایک جماعت مناظرین اصحاب اربعہ نے دوسرا خاص جناب مولنا مولوی سید سلیمن اشرف صاحب بہاری نے مولوی عبدالماجد بدایونی ناظم جمعیۃ العلما اور مولوی عبدالودود صاحب سکرٹری کمیٹی استقبالی کے نام اپنے مناظرہ کا۔ جماعت کے خط کا مولوی ابوالکلام صاحب نے پھر کوئی جواب ندیا نہ جب نہ آجتک اور بعونہ تعالے قیامت تک نہیں دیسکتے ہاں مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کو اونکے خط کا جواب عبدالودود صاحب نے یہ دیا کہ ہرگس وناکس سے نزاع ومخاصمہ کرنا خدام ملت کے نزدیک بے نتیجہ اور بے سود ہے اور وہی گریز جو مولوی ابوالکلام صاحب نے کی تھی اس خط کا جواب ۱۴ رجب وقت صبح مولوی سید سلیمن اشرف نے یہ دیا کہ جلسہ جمعیۃ العلما منعقدہ بریلی کا رقعہ دعوت نقیر کے پاس بھیجا فقیر نے شرکت سے قبل امر مابہ النزاع کا تصفیہ چاہا آنجناب

Marfat.com

اس بے بضاعت کو ناکس قرار دیکر گفتگو سے اعراض فرماتے ہیں امام اہلسنت مجدد مائتہ حاضرہ سے طالب مناظرہ ہوتے ہیں انصاف شرط ہے کہ رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بلا واسطہ بھیجا جائے اور گفتگو کی جب نوبت آئے تو اوسے کس و ناکس کہا جائے اوس کے احقاق حق کو نزاع و مخاصمہ قرار دیا جائے کیا یہی شیوۂ خدام ملت ہے آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ براہ کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو اپنے جلسے میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ جماعت مناظرین اصحاب اربعہ نے مولوی ابو الکلام صاحب کو پھر تقاضائے جواب چھٹی بار طلب مناظرہ و تعیین وقت کا اور خط بھیجا۔ جماعت کے اس خط کا اونھوں نے حسب دستور کوئی جواب نہ دیا البتہ مولوی سید سلیمٰن اشرف صاحب کو جوابی تحریر دی جسمیں وہی گریز اختیار کی اور امور غیر متنازع فیہا کا مورد بحث ہونا شرط مناظرہ قرار دیا اور امور متنازع فیہا ضروری البحث و اصل منشاء خلافت میں مناظرہ سے یہ کہکر صاف انکار کر دیا کہ ان امور (غیر متنازعہ) کے علاوہ فی الحال دوسرے مباحث سے اس مناظرہ کو کچھ علاقہ نہو گا۔ یہ حیلہ حوالہ اور ٹال مٹول دیکھکر بھی کیا یہ واضح ہو جانے میں کوئی کسر رہگئی تھی کہ جمعیۃ العلما کے ارباب اقتدار اپنی اور کارکنان خلافت کمیٹی کے ضلالات و بطالات میں مناظرہ سے عاجز ہیں صرف حیلہ حوالہ نکالکر وقت گزارنا مقصود ہے۔ تاہم مسلمانوں کی ہدایت اور اتمام حجت کیلئے مولٰنا سید سلیمٰن اشرف صاحب اپنے انفرادی خط کی بنا پر اور مناظرین خدام آستانۂ رضویہ اپنے مطالبۂ پنج یوم کامل کی بنا پر مناظرہ کے لئے جمعیۃ العلما کے پنڈال میں بعد شام بہت شان و شوکت کے ساتھ پہنچے ہزاروں مسلمان اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے اور آگے آگے نعت خوان نعت شریف پڑھتے ہمراہ تھے یہ جماعت کی طرف سے مناظرہ کا ساتواں مطالبہ تھا، منتظمین جلسہ جمعیۃ العلمانے علمائے کرام کو نہایت احترام و احتشام کیساتھ لیجا کر اپنے مقام صدر پر بٹھایا مولوی احمد سعید دہلوی تقریر کر رہے تھے اونھوں نے اپنی تقریر میں اپنی پوری کوشش مجمع کو اپنے موافق جوش دلانے میں صرف کر دی تا کہ ہمارے مناظرین کی تقریروں سے عوام کچھ اثر نہ لیں تقریر ختم ہونے پر مولانا سید سلیمٰن اشرف صاحب کو صدر جلسہ مولوی ابو الکلام صاحب نے ۳۵ منٹ کا وقت دیا لیکن اصحاب اربعہ مناظرین جماعت رضائے مصطفےٰ کو وقت نہ دیا گیا مولوی سید سلیمٰن اشرف صاحب نے یوں تقریر شروع کی حضرات

Marfat.com

۵

فقیر کی حاضری کی غایت اور خطاب کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ نہایت وضاحت اور صراحت سے امر مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف کو آپ حضرات کے سامنے پیش کر دوں۔

مسئلہ خلافت و تحفظ و صیانت اماکن مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نہ صرف یہ فقیر بلکہ تمام علمائے کرام نہیں بلکہ تمام عامہ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں۔ ترکوں کی خلافت بمعنی قوت و دفاعی ایک امر مسلم ہے خدمت حرمین شریفین ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے نیز محافظت حرمین شریفین بھی ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے سلطنت ترکی علاوہ ازیں کہ اسلام کی قوت دفاعی ہے ہم مسلمانوں کی طرف سے ان دونوں کے فریضہ کی انجام دینے والی ہے۔ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے انصر اخاک ظالما او مظلوما یعنی اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو عام ازیں کہ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہ کرام نے عرض کیا کہ مظلوم کی اعانت تو ظاہر ہے لیکن ظالم بھائیوں کی کیونکر مدد کریں فرمایا ظالم کا ہاتھ ظلم سے روکو یہ اوس کی اعانت ہے پس جبکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد پر مامور ہو تو پھر سلطان اسلام اور سلطنت اسلام کی نصرت و اعانت کی اہمیت کا اسی سے اندازہ کر لیا جائے سلطنت ترکی ہمارے دینی بھائی اوس پر اسلامی سلطنت اور سپر اسلام کی قوت دفاعی پھر حرمین شریفین کی خادم و محافظ بس اونکی اعانت اور نصرت نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام مسلمانانِ عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔

حاضرین جلسہ۔ یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں جسے نہیں صرف اسوقت بیان کر رہا ہوں بلکہ آج سے دس برس بیشتر فقیر نے کہا لکھا چھاپا ملک میں شائع کیا۔ میرا و نیز دیگر علمائے اہلسنت و جماعت کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ میں ہرگز نہیں ہاں اختلاف اسمیں ہے کہ آپ ہندوؤں سے موالات برتتے ہیں اور مسلمانوں کو حرام و کفریات کا مرتکب بناتے ہیں۔ تفصیل اسکی یہ ہے موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور قطعی حرام یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری الآیہ۔ نصرانی اور یہودی خواہ فریق محارب ہوں یا غیر محارب یا غیر محارب مطلقاً موالات اون سے حرام اور مطلقاً حرام۔

ہر کافر سے موالات حرام خواہ محارب ہو یا غیر محارب لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں اور کافروں سے موالات نہ صرف

۶

جائز بلکہ عین حکم الٰہی کی تعمیل بتاتے ہیں۔ دلیل میں سورۂ ممتحنہ کی آیت لا ینہٰکم اللہ الآیۃ پیش
فرماتے ہیں کیا یہ کھلی تحریف نہیں آیت کریمہ میں کافر غیر محارب کے ساتھ اجازت بر و اقساط کی ہے
ذکر موالات کی یعنی محبت و اتحاد و خلوص و اخلاص جو آپ برت رہے ہیں براہ کرم آپ کسی
مفسر کسی محدث کسی فقیہ کا قول اس ثبوت میں پیش فرماویں کہ بر و اقساط موالات کے مرادف
ہے یا یہ ثابت کیجئے کہ سورہ ممتحنہ کی یہ آیت ناسخ ہے اون آیات متعددہ کثیرہ کی جنہیں مطلقاً
ہر کافر و بیدین سے موالات کو منع فرمایا گیا ہے لفظ ولا اور تولی جبکہ کلام پاک میں بکثرت
جا بجا نازل ہوا پھر اس لفظ کا مفہوم و مصداق کیا علمائے مفسرین نے بیان نہیں فرمایا۔ جو کچھ
علمائے دین نے اپنی تحقیقات سے موالات کے معنی بیان کئے ہیں اوس پر عمل پیرا ہوجئے نہ یہ کہ
اپنی طرف سے ایک معنی ایجاد کیجئے ہمیں بتایا جائے کہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں کسنے
سورہ ممتحنہ کی آیت کو ناسخ قرار دیا کسنے بر و اقساط کو مرادف موالات کہا آپ حضرات
نے بر و اقساط کو موالات کا مرادف قرار دیتے ہوئے بیشمار اقوال و افعال کفر و حرام کا
ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو اوسے عین تعمیل حکم الٰہی بتایا تفصیل اسکی اس آدھ گھنٹہ میں
ناممکن تعداد اونکی لاتعد ہے چند باتیں محض بطور مثال کے پیش کرتا ہوں سب سے پہلے جلسہ
خلافت کا دہلی میں منعقد ہوتا ہے مسٹر گاندھی اس جلسہ کے پریزیڈنٹ ہوتے ہیں مولوی
عبد الباری صاحب اشارتشکر و امتنان میں اسکا اعلان فرماتے ہیں کہ مسٹر گاندھی کی
تقریر سے یہاں تک متاثر ہوا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی اپنے یہاں سے اوٹھادی
پھر اسی قربانی کے مسئلہ کے لئے حدیث شریف میں تحریف ہوئی براہ کرم ارشاد ہو کہ انگریزوں
سے ترک موالات کیا اسی کا مستلزم تھا کہ مسلمانوں کی صدیوں کا حق ملکی اور مذہبی اصطلاح
قربان کر دیا جائے مولوی عبد الباری صاحب یوں تحریر فرمائیں کہ میں مسٹر گاندھی کو
اونکو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں ؎

عمر یکہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی

کسی کافر کو پیش رو بنانا اور کسی کافر کا بسرو بنا بت پرستی پر آیات و احادیث کی عمر کو نچھاور
کرنا حرام ہے کفر ہے آپ کے رکن نے بیان کیا اخباروں میں چھپا اور شائع ہوا کہ دستو

خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اگر دین نہیں تو دنیا تو ضرور ملجائے گی کیا یہ صریح کفر نہیں حق سبحانہ فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اس آیت پاک میں حق سبحانہ نے جسے رسی ڈوری ارشاد فرمایا ہے کیا اوسے مضبوط پکڑنے کو ارشاد فرمایا ہے تاکہ دنیا ملے دین کھو کر جو دنیا کہ حاصل کیجائے وہ ممنوع ہے ارباب دین کے پاس دنیا خدمتگزاری دین کے لئے ہے نہ کہ دین دنیا کمانے کے لئے آپ نے قشقہ لگایا۔ گاندھی کی جے ایک دو جگہ ایک دو بار نہیں بلکہ بیسیوں جگہ بیسیوں بار پکاری کہ مہاتما گاندھی کی جے جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے کیا قشقہ علامت شرک نہیں کیا آپکی غیرت تقاضا کرتی ہے کہ شرک کی علامت قشقہ اپنی پیشانیوں پر لگائیے آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کرکے ہمارے جذبات اوبھارتے ہیں مگر کیا ہندوؤں نے آرہ شاہ آباد کٹارپور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لئے ایسے ہی مظالم نہیں کئے قرآن مجید نہیں پھاڑے۔ عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی۔ مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں۔ آج آپ سبز گنبد کی بے ادبی ہونے سے غیرت دلاتے ہیں مگر کیا آپ کے لئے یہ غیرت کی بات نہیں تھی جبکہ یہ کہکر دربار نبوت و رسالت کی اہانت کی گئی کہ اگر نبوت ختم نہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ آپ نے اسپر کیوں نہ انکار کیا کیوں خاموش رہے۔ ہندوستان میں ہمیں بھی ہندوؤں سے کم رہنے کا حق نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ کے زمانے میں ہم یہاں آئے اسلامی فوج کے ایک دستہ نے مقام تھانہ پر حملہ کیا دوسرے نے دیبل پر اور اسوقت میں ہمنے اپنے خون بہا کر ہندوستان میں رہنے کا حق حاصل کیا ہم اور ہندو دونوں ہندوستان کے ملکی مفاد سے تعلق رکھتے ہیں اور اس[له] مفاد ملکی کے حصول کے لئے ہندو ہمارے ساتھ ملکر کوشش کر سکتے ہیں۔ آپ ملکی مفاد اور بہبود کے لئے ملکر کوشش کیجئے۔ مگر جہاں سے مذہبی حدود آئیں مسلمان الگ اور ہندو الگ۔ ہم اپنے مذہب میں ہندوؤں سے اتحاد نہیں کر سکتے غرض مقامات مقدسہ و خلافت اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں خلاف نہیں ہندوستان کے مفاد کی کوشش کیجئے اس سے ہمیں خلاف نہیں۔ خلاف اون حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی و مخالف دین کر رہے ہیں ان حرکات کو دور کر دیجئے ان سے باز آئے انکی روک تھام کیجئے عوام کو ان سے باز رکھئے تو

[له] اس فقرے سے مجھے اتفاق نہیں ۱۲ منہ

[illegible]

Marfat.com

خلافت اسلامیہ و ممالک مقدسہ کی حفاظت ہندوستان کی ملکی مفاد کی کوششیں ہم بھی آپکے ساتھ ملکر کرنے کو تیار ہیں"۔

جناب مولوی سید سلیمان اشرف صاحب کی اس تقریر کے بعد ابو الکلام صاحب کھڑے ہوئے اور یہ تقریر کی کہ مجھے مولوی سلیمان اشرف صاحب اپنے دوست قدیمی کے اگرچہ اب وہ مجھے فراموش کر چکے ہوں گے اس طرح سنجیدگی و صفائی سے اپنے امور ما بہ النزاع ظاہر کرنے سے بہت مسرت ہے۔ مگر مجھے ثابت ہو گیا کہ ہمارے دوست کو غلط فہمی ہوئی ہے اور جناب مولوی سلیمان اشرف صاحب پر دو الزام قائم کئے ایک بسبب جھرہ نشینی ... بے خبری کا۔ دوسرے بے تحقیق و تفتیش حال مجرد اخبار پر مواخذات کی بنا کرنے کا ... اس میں خود اپنی نسبت یہ واقعہ بیان کیا کہ لوگوں نے یہ خبر اڑائی ہے کہ میں نے ناگپور کے خلافت ... میں نماز جمعہ کے خطبہ اولی میں مسٹر گاندھی کی تعریفیں ستودہ صفات خجستہ ذات وغیرہ ... حالانکہ یہ محض افترا ہے مجھپر اور کہا کہ یہاں کسنے قشقہ کی اجازت دی۔ کسنے مہاتما گاندھی کی ... کو کہا۔ بلکہ میں خود تو مہاتما کے یہ معنی تک نہیں جانتا کہ وہ کوئی تعظیم کا لفظ ہے۔ بلکہ یہ سمجھتا تھا کہ ہندوؤں کے کچھ لقب وغیرہ ہوتے ہیں جو اون کے ناموں کے جزو سے ہو جاتے ہیں لوگ اوسے مہاتما کا تغوہ ذلکم معنی تعظیمی کو ملحوظ رکھکر نہیں کرتے ہمارے یہاں کے کس ذمہ دار شخص نے کہا کہ اگر نبوت ختم نہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ یہ کفر کا کلمہ کون مسلمان کہہ سکتا ہے اور جو قشقہ وغیرہ حرکات مخالف دین پر ہم سخت نفریں کرتے اور برا جانتے ہیں ہرگز ہمنے انکی اجازت نہیں دی بلکہ شوکت علی کے تلک کی ارتھی کو کاندھا دینے کی خبر مجھے کلکتے میں ہوئی تو میں نے بذریعہ تار اون کو تلقین توبہ کی پھر ہم پر عوام کی حرکات سے کیا الزام جبکہ نہ خود ہمارے یہاں کے ذمہ دار اشخاص اونھیں کرتے ہیں نہ عوام کے لئے اونھیں روا رکھتے ہیں۔ نفس موالات تمام کفار سے خواہ وہ حربی ہوں یا غیر حربی یقیناً حرام اور ممنوع ہے اور ہم کب اسے جائز بتاتے ہیں ہاں ہم خادمان ملت مقاصد صالحہ حمایت سلطنت و مقامات مقدسہ کے لئے ہنود سے ایسی صلح جس سے ہمارے دین میں مداخلت نہیں ہوتی اور وہ خود اس پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں جائز جانتے ہیں قربانی گاؤ کے متعلق مواخذہ مولانا سلیمان اشرف صاحب سے ابو الکلام صاحب خاموش گزرے

اور مولوی عبدالباری صاحب کے خط کے متعلق کہا کہ وہ صوفیانہ رنگ میں لکھا گیا ہے لیکن ہم اس سے قطع نظر کرکے بھی کہتے ہیں کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلم کا ہرگز پیشوا و رہنما نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کی پیشوائی و رہنمائی ایک ذات حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اور اونکی نیابت سے علما کے لئے ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ہمارے ہندو بھائی بائیس کروڑ ہیں اگر وہ بائیسوں کروڑ گاندھی ہوں اور مسلمان اونکو اپنا پیشوا بنائیں اور اونکے بھروسہ پر رہیں تو وہ بت پرست ہیں اور گاندھی اونکا بت۔ ابوالکلام کی تقریر کے ختم ہونے پر مولانا برہان الحق صاحب نے فرمایا کہ اخبار زمیندار لاہور کے خلافت کانفرنس ناگپور کے ایک ماہ بعد تک کے پرچے دیکھ لیجئے اونمیں لیڈروں کے جہاں مقولے گنائے ہیں وہاں آپکی نسبت ہے کہ آپ نے کانفرنس کیمپ میں خطبہ جمعہ پڑھا اور اوسمیں گاندھی کی تعریف کی جسکے الفاظ مجھے یاد نہیں مگر ماحصل یہ ہے کہ گاندھی کے صفات حسد بیان کئے اسپر ابوالکلام صاحب نے کہا کہ میں نے یہ پرچے نہیں دیکھے اگر اوسمیں ایسا لکھا ہو تو کذب بحت ہے لعنۃ اللہ علی قائلہ۔ مولانا برہان الحق صاحب نے فرمایا آپ یہ تکذیب ہی طبع کرا کر شائع کیجئے نیز اخبار تاج کے حوالے سے کہا کہ آپنے گنگا و جمنا کی سرزمین کو مقدس کہا۔ اس سے بھی ابوالکلام صاحب نے سخت تحاشی کی اور لعنۃ اللہ علی قائلہ کہا۔ اب مولوی سید سلیمن اشرف صاحب جواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور تقریر میں فرمایا کہ ابوالکلام صاحب نے حجرہ نشینی اور بے خبری کا الزام دیتے اور کہتے ہیں کہ آیات میں تحریف کرکے ہنود سے موالات کس نے اور کس شخص نے جائز بتائی کیا حکیم اجمل خانصاحب ذمہ دار شخص نہیں پھر اونکا مطبوعہ خطبہ دیکھئے جسکی ہزاروں کاپیاں شائع ہوئیں۔ دہلی کی جمعیۃ العلما میں پڑھا گیا علما کو اوسمیں مخاطب کیا اوسمیں ایک ممتحنہ پڑھی اور امام ابن جریر سے اوسکی تفسیر نقل کی اوسمیں تحریف کی اور اوس تحریف کی بناپر علما کو مخاطب کرکے کہا گیا اب بھی اس آیت میں ہنود سے موالات کا اثبات نہیں ہوا اگر اب بھی کوئی شخص نہیں سمجھتا تو خدا اوسکو سمجھانیگا۔ حضرات علما نے یہ تحریر سنی اور سکوت کیا تو وہ سب ذمہ دار ہوئے آپ کہتے ہیں کہ قشقہ وغیرہ حرکات کی ہمنے کب اجازت دی مگر آپنے عوام کے سامنے ہنود سے قشقہ کھینچوانے کے مسئلہ کو اس طرح مفصل و مشرح کرکے نہیں پیش کیا کہ ان امور میں انکا ذکر دو اور ان امور

ہیں تگ رہو آپنے انکے سامنے مجمل صورت میں اتحاد پیش کیا جس سے وہ ان حرکات میں مبتلا ہوئے بعد آپ ان حرکات کی ذمہ داری سے کیسے الگ ہوسکتے ہیں مسلمانوں نے ہولی کھیلی۔ صبغۃ اللہ کو چھوڑ کر ہولی کا رنگ اختیار کیا آپنے کیوں نہ اونھیں اس سے تاکید باز رہنے کی کی تو کیا آپکا سکوت آپ پر ذمہ داری نہیں ڈالتا تو وآپ کے شہر بریلی میں گاندھی کو سپاسنامہ پیش کیا گیا جسمیں گاندھی کی نسبت کہا گیا ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

کیا آپ حضرات نے اسپر کچھ انکار کیا آپکا یہ سکوت آپ پر الزام نہیں لاتا مولوی عبدالباری صاحب بڑے ذمہ دار عالم اپنے خط میں آپنے آپکو مسئلہ دینی میں پس رو گاندھی لکھتے ہیں جو گاندھی کہیں اوسی پر اپنے آپکا عمل ہوا بتاتے ہیں قرآن و حدیث کی تمام عمر اونہیں شمار کرتے ہیں آپ ایک دو لفظ ہیں اونکے تاویل کریں گے خط کا خط کیسے تاویل کریں گے ابوالکلام صاحب ان سب الزامات پر خاموش رہے مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے اسی دوران میں عبدالماجد صاحب بدایونی کے شانہ پر ہاتھ رکھکر بہت بلند آواز سے یہ الفاظ کہے کہو یار تمھاری بھی کہدیں تمنے گاندھی کو کہا کہ خدانے انکو مذکر بنا کر بھیجا ہے یہ کفر ہے عبدالماجد صاحب اس پر خاموش رہے۔ اسکے بعد مولوی صاحبنے اپنی تقریر کو اسپر ختم کیا کہ اگر آپ لوگ اپنی تمام منافی دین حرکات کو چھوڑ دینگے انسے اپنی بیزاری ظاہر کردیں گے تو ہم خدمت وحفاظت مقامات مقدسہ وخلافت اسلامیہ میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ابوالکلام صاحبنے وعدہ کیا کہ جلسہ کی روئداد میں یہ سب شائع کردیا جائے گا۔

اسکے بعد جناب مولانا مولوی حامد رضاخاں صاحبنے فرمایا کہ حرمین شریفین ومقامات مقدسہ وممالک اسلامیہ کی حفاظت وخدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت وطاقت فرض ہے ہمیں یہاں خلاف نہ ہے نہ تھا۔ اسیطرح سلطان اسلام وجماعت اسلامی کی خیرخواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا۔ تمام کفار ومشرکین ونصاریٰ ویہود ومرتدین وغیرہم سے ترک موالات ہم ہمیشہ سے ضروری وفرض جانتے ہیں۔ ہمیں خلاف آپ حضرات کی اون خلاف شرع وخلاف اسلام حرکات سے ہے جنمیں سے کچھ مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمام حجت تامہ آپکو پہنچے ہوئے ہیں اون کے جواب دیجئے جبتک آپ اون تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کردیں گے اور اونسے عہدہ برا نہولیں گے ہم آپ سے علٰحدہ ہیں ورا اوسکے بعد

Marfat.com

خدمت وحفاظت حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ ملکر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں **مولوی ابوالکلام صاحب خاموش رہے** اور اتمام حجت تامہ کا نام سنکر الیسے اوڑ گئے گویا سنا ہی نہیں۔ اسی ضمن میں مولانا مولوی حامد رضاخاں صاحب نے خود مولوی ابوالکلام صاحب سے بالخصوص مخاطبہ فرما کر یہ جو کہا کہ "حضرت آپکو بھی تو اپنی حرکات سے توبہ کرنا ہے" اس پر ابوالکلام صاحب نے کہا کہ میری کیا حرکات ہیں مولوی حامد رضاخاں صاحب نے فرمایا کہ آپنے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف پڑھی۔ ابوالکلام صاحب نے اس سے سخت انکار کیا اور کہا کہ میری طرف یہ نسبت کذب[1] ہے۔ اس کے بعد مرتضیٰ حسن در بھنگی نے اپنی تقریر شروع کی جسمیں مولوی سلیمن اشرف صاحب اور جماعت خدام آستانۂ رضویہ پر یہ الزام اپنی شکایت کہکر لگایا کہ انھوں نے خدمت وحفاظت مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ سے اتفاق رکھتے ہوئے پھر بھی عملاً کیا خدمت انجام دی۔ در بھنگی صاحب کی اثناء تقریر میں مولوی عبدالماجد و عبدالودود صاحبان نے اس الزام پر خاص جماعت بریلی کی نسبت زور دیا۔ مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے ابوالکلام صاحب سے کہا کہ جناب اس کا جواب ہوگا۔ اور یہیں نہیں آپکو ہی دیدینا ہوگا۔ ابوالکلام صاحب نے اول جواب کی اجازت دینے میں کچھ گفتگو کی مگر مولوی سلیمن اشرف صاحب کے معقول کردینے پر در بھنگی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر کھڑے ہو کر اپنی تقریر میں مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کی در بھنگی صاحب کے قائم کردہ الزام مذکورہ بالا سے اپنے ذاتی علم کی بنا پر کامل برأت ظاہر کی۔

جناب مولانا مولوی حامد رضاخاں صاحب نے جماعت پر سے اس الزام کے دفع کے لئے ابوالکلام صاحب سے وقت چاہا مگر اونھوں نے ندیا اور اپنے جلسہ کی کارروائی شروع کردی یہ ہے وہ جو واقع ہوا اب جمعیت والوں کی حمیت دیکھئے اپنے اخیر دن اپنے اوس رنجہ کی نقل جو اعلیٰحضرت کے

---

[1] حالانکہ یہ اخبار مشرق میں شائع اور مولوی عبدالباری صاحب پر سوالاً وارد ہونے کے علاوہ خود اون کے رکن رکین جناب مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی کی عینی شہادت ہے جسے وہ اپنے مضمون اظہار حق میں دبدبہ سکندری والسواد الاعظم میں شائع فرما چکے ابوالکلام صاحب ہر جگہ یہ کانوں پر ہاتھ دھرنے سے کام لیتے ہیں یہی برأت ہو تو نہ کبھی کسی چور پر چوری ثابت ہو سکے نہ کسی مجرم پر جرم ١٢ منہ

حضور محض جان بچانے کو بھیجا تھا چھاپ دی اور رات ہی میں جو اوس کا دنداں شکن جواب گیا تھا چھپا لیا کہ کوئی جانے انھوں نے تو تحریر بھیجی اودھر سے جواب نہ آیا۔ اب ہم اوس جواب کو درج کرتے ہیں مسلمانان اہل انصاف خود ملاحظہ فرما کر خدا لگتی کہدینگے کہ جمعیت والوں نے کس کس مکر وحیلہ کی آڑ لیکر مناظرہ سے گریز فرمائی۔ یہ تحریری ثبوت ہیں اور خطوں کی رسیدیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ زبانی بکنے کو ہر شخص جو چاہے بک سکتا ہے۔

نقل خط جماعت جو بجواب رقعہ حیلہ لقبعہ مولوی ابوالکلام صاحب گیا اور اب تک لا جواب ہے اونھوں نے بکمال حیا اپنا رقعہ چلتے وقت چھاپا اور لا جواب جواب کو چھپایا مسلمانو وہ جواب یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مسٹر ابوالکلام صاحب آزاد

بارے آج چوتھے دن شب کے آٹھ بجے کے بعد آپکا ایک خط آیا بچاؤ کی تدبیر تو کسی نے اچھی سوجھائی کہ وہ کفریات وضلالات و وبالات جو آپ حضرات برت رہے ہیں اور جن پر اعتراض ہے اور جو وجہ خلاف ہیں اون سب کو یکسر بالائے طاق رکھیے اور جن باتوں کی خود ادھر سے بار بار تصریح چھپ چکی اون میں مناظرہ چاہیے۔ کسنے کہا تھا کہ سلطنت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ کی حفاظت بری ہے کیا فرمان اقدس میں طبع نہوا کہ سلطنت اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے کون مسلمان ہوگا کہ اماکن مقدسہ کی حفاظت نہ چاہیگا۔ کیا دبدبہ سکندری والسواد الاعظم میں اعلٰحضرت کا ارشاد نہ چھپا کہ سلطان اسلام کی کفار سے جب جنگ ہو مسلمانوں پر حسب استطاعت اونکی امداد فرض ہے استطاعت سے زیادہ نہیں اسیطرح اماکن مقدسہ کی حفاظت علی حسب الوسعۃ

Marfat.com

فرض ہے۔ کہا یہ تھا کہ جو طریقے اسمیں آپ حضرات برت رہے ہیں وہ کفر و ضلال و وبال ذکال ہیں
اس کا اگر آپ اقرار کرلیں تو مناظرہ ختم ہوگیا یہی ہمارا مدعا تھا۔ اب آنا رہا کہ اون کفروں ضلالوں بالوں
سے صاف توبہ چھاپ دیجئے اور ہندؤں وہابیوں دیوبندیوں سے بالکل قطع کرکے تحفظ سلطنت
اسلامیہ و اماکن مقدسہ کی جائز و ممکن تدبیریں کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اگر اپنی اون باتوں کا
کفر و ضلال و وبال ہونا قبول نہیں تو اسی میں خلاف ہے اسی پر مناظرہ ہے۔ اتمام حجت نامہ کے سوالات
اسی پر ہیں؛ اونکا جواب لینے کو ہمیں اپنے جلسہ میں آنے دیجئے وقت بتائے آپ کے اعلانوں میں
تو مطلق مخالفین پر جلسہ میں اتمام حجت کا وعدہ تھا۔ ہم بھی مخالف ہیں اب علام کہکر موںھ نہ چھپائیے اور یہ
اوس سے بھی بڑھکر کہی کہ ترک موالات و اعانت اعدائے محاربین اسلام میں خلاف ہے سبحٰن اللہ
یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ آپ صاحبوں نے قرآن کریم کو پس پشت ڈالا و غمنانِ خدا سے موالات اتحاد
خلوص اخلاص کی ٹھہرائی ادھر سے کس غیر مسلم کی موالات کو کہا گیا آپ تو محاربین کی قید گڑھتے ہیں
اور ہم ہر کافر سے موالات مطلقاً حرام بتاتے ہیں۔ کیا المحجۃ المؤتمنہ صفحہ ۱۴ میں صاف تصریح نہیں کہ
موالات مطلقاً ہر کافر سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی ہو۔ سبحٰن اللہ اپنے قصور کا دوسرے
پر الزام۔ مہربانا تحقیق حق اس بہلنے مچلنے سے نہیں ہونی نہ آپ ہم سے موںھ پھیر سکتے ہیں کہ آپکے
اعلان عام تھے کسی خاص کا نام نہ تھا نہ جلسے میں ہمارے مناظرے کو روک سکتے ہیں کہ جلسہ میں تمام
حجت چھپایا تھا نہ آپ اپنے کفریات و ضلالات کو کہ وہی بنائے مخاصمت ہیں چھپا کر کوئی متفق علیہ بات
مناظرے کے لئے پیش کرسکتے ہیں اسکی نظیر تو یہی ہوگی کہ کسی پادری سے تین خدا ماننے مسیح کو خدا اور
خدا کا بیٹا جاننے وغیرہا کفروں پر مسلمان مناظرہ طلب کریں وہ جان بچانے کو کہے کہ سنا ہے کہ آپ لوگ
نبوت مسیح کے منکر ہیں اسمیں مناظرہ کرلیجئے۔ کیا اوس سے نہ کہا جائے گا۔ کہ او مناظرہ سے بھاگنے والے
اور اولٹی ہانک ہانکنے والے نبوت مسیح سے کسے انکار تھا جن باتوں پر مناظرہ طلب تھا تو اونکو
صاف اڑا لے اور ایک متفق علیہ بات پر مناظرہ گالے۔ کیوں جناب کیا اوسکے لئے بنے ہوئے پاگل
سے بہتر کوئی اور لقب تجویز کیجیے گا۔ اعلیحضرت بھی اگر اوس عیار پادری کو موںھ لگانے کے قابل جانتے
تو اون خلافیات پر مناظرہ فرماتے یا نبوت مسیح پر آپکو اگر رقعہ بازیوں سے وقت ٹالنا اور تشریف لیجانا
ہو تو دیسے ہی کہہ دیجئے ورنہ فوراً ہماری مطبوعہ گزارش قبول کرکے ہمیں وقت دیجئے یا لکھدیجئے کہ ہم

Marfat.com

اپنے اعلانوں کو استعفا دیتے اور اتمام حجت کے جھوٹے دعوے سے باز آتے ہیں بہتر تو یہ کہ ابھی ورنہ صبح آٹھ بجے تک جواب عطا ہو ورنہ آپکی اجازت سمجھی جائے گی کہ خود آپ کے مطبوعہ اعلان اجازت عام دے رہے ہیں، والسلام علی من اتبع الہدی۔

طالبان مناظرہ

۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ

جماعت مبارکہ نے روز اول ستر سوال کے ساتھ چھاپ دیا تھا

کہ جواب آپ حضرات کے تحریری دستخطی ہوں زبانی نفظ ہوا میں اوڑ جاتے ہیں مگر آپ نے سوالات اتمام حجت نامہ کا نام آنے دیا نہ اصحاب اربعہ طالبان مناظرہ کو وقت دیا نہ زبانی جمع خرچ کے سوا کوئی رستہ لیا اور نہ آپ اسپر قادر تھے نہ انشاء اللہ العزیز قیامت تک قادر ہوں، اور صاحبوں کے ساتھ وہی زبانی تو تو میں میں رکھی جسمیں آپکو جو چاہیں بنا لینے انہونی جوڑ کر ناواقفوں کو بہکا لینے کا موقع رہے اسکا علاج یہ ہے کہ مولوی ابو الکلام صاحب اور عبد الماجد بدایونی صاحب اور ہم ایک میدان میں جمع ہو کر مباہلہ کریں واحد قہار جل وعلا سے امید واثق ہے کہ جھوٹے پر فوراً اپنا عذاب اوتاریگا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اور پھر کچھ بھی نہیں اصلی مابہ النزاع اصل بنائے مخاصمت یہی آپ حضرات کے کفریات و ضلالات و ویلات جنکا مختصر ذکر اتمام حجت نامہ میں ہے وہ کدھر گئے مناظرین جماعت کا مناظرہ تو بدستور قائم ہے کہ آپنے ایکبار بھی اونکی ایک بات کا بھی جواب ندیا۔ ہم عرض کر چکے کہ ہار جیت مقصود نہیں اللہ و رسول کے واسطے تحقیق حق منظور ہے آپ اگر حق پر ہیں ستر سوالات کے جواب منصفانہ دیجئے اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لیجئے ورنہ حق قبول دیجئے اور اپنے ساتھ عوام کا دین برباد نہ کیجئے۔ اتنی سی بات ہے ادھر ادھر اسی پھرنے کی حاجت نہیں۔ اب وقت مقرر کیجے اور مولوی ابو الکلام و

Marfat.com

مولوی عبد الباری و عبد الماجد صاحبان جمع ہو جائیں اور تشریف لائیں یا ہمیں بلائیں اتبو اونکا وہ جلسہ ہو چکا جسمیں نصرانی طرز کی تقلید تھی مناظر کو پانچ منٹ گنکر دئے جاتے اور اول کے بار بار طالبان مناظرہ بولتے نہ پاتے حق کا صاف ہونا چاہتے ہو تو راہ حق یہ ہے والسلام علی من اتبع الہدی ۔

اراکین جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نادان بھولی انجمن

آقا نے ایک احمق نوکر رکھا تنخواہ مقرر کی اور کہا خوش ہوں گے تو اضافہ کر دیں گے ۔ اونٹ گم گیا نوکر نے بالاخانے پر جاکر آقا سے پوچھا اونٹ یہاں تو نہیں آیا ۔ اونھیں ہنسی آئی کہا اضافہ کیجئے ۔ اہل سنت کے کتنے بیانات اعلانات شائع ہیں کہ مشرکین سے وداد واتحاد ۔ غلامی انقیاد و تبرا عتماد کسی امر دینی میں استعانت واستمداد اونکی چیں تعظیمیں جس طرح ہو رہی ہیں وہابیہ سے میل و دیوبندیہ سے اختلاط اون کی تعظیمیں صدارت رکنیت وغیرہا امور برباد کن دین و بیخکن اسلام ہیں ۔ ان باتوں میں مسلمانوں کو ان سے نزاع ہے اور جب تک وجوہ نزاع قائم اتفاق ناممکن ۔ کیا خلافت کمیٹی ان سب باتوں سے ہار آئی کیا ان سے بچی توبہ شائع کر دی کہ اہل حق کو اپنی شرکت کی طرف بلاتی ہے ۔ کیا مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے ان امور کو جائز بتایا تھا کیا مسئلہ حمایت سلطنت اسلام و حفاظت اماکن متقدسہ و ترک موالات کفار کہ خالص دینیات ہیں ۔ انہیں مشرکین سے اتحاد سنایا تھا کہ بھولی انجمن اضافہ مانگتی ہے ۔ طرفہ یہ کہ طالب شرکت خود مایۂ فساد و فرقہ بندی یعنی دیوبندی یا اونکے بندۂ وبندی ۔ آپ کے اسی جلسے کے دوران میں اہل حق کا اعلان چھپا ۔

پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والثناء کی پیاری آواز اور اس میں کھولکر بتادیا گیا کہ کمیٹی دین الٰہی میں اپنے اختراعوں ۔ افتراؤں سے اوس حدیث صحیح کی مصداق ہے

کہ آخر زمانے میں دجال کذاب آئیں گے جو وہ باتیں لائیں گے کہ مسلمانوں کے باپ دادا نے

بھی نہ سُنیں. مسلمان اون سے دور رہیں اونھیں اپنے سے دور کریں کیا کمیٹی نے اون باتوں سے توبہ شائع کردی یا حکم نبوت منسوخ کرنے آئی ہم ہزار بار کہہ چکے اور ہمیشہ کہیں گے اور اب بھی

اعلان

ہے کہ مشرکین وہابیہ و دیوبندیہ کو قطعًا دفع کردو خالص سنی رہجاؤ اور تمام کفریات وضلالات و بالات سے جنکے مرتکب ہورہے ہو توبہ چھاپکر باز آؤ سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کی حفاظت جائز وممکن ومفید طریقوں سے جاہو ہم تمھارے ساتھ ہیں بلکہ تمھاری خدمت کو حاضر ہیں۔

مُطالبہ

جناب مسٹر ابو الکلام آزاد صاحب نے جناب مولوی سید سلیمان اشرف صاحب سے عاجز اگر برسر جلسہ اقرار کردیا کہ تمام کفار سے موالات مطلقًا حرام ہے اب کیوں نہیں ہنود سے مقاطعہ کیا جاتا فورًا اسپر عمل کیجئے اور اعلان چھاپیے حرام پر اصرار کو جناب مولوی عبد الباری صاحب کفر لکھ چکے ہیں۔

مؤاخذہ

اوسی جلسہ میں جناب آزاد صاحب علانیہ یہ انکھی بھی فرما چکے ہیں کہ گاندھی کا پس رو بت پرست اور گاندھی اوسکا بت اتو اس سے باز آیئے اور مولوی عبد الباری صاحب سے بھی بت پرستی چھڑا یئے۔

تقاضا

آسمان وزمین کے مالک کی قسم کہ اتمام حجت تامہ مدنری ہار جیت کے لئے نہیں تحقیق حق کیواسطے ہے کمیٹی کا جلسہ کیا جانے دیجئے جناب مولوی عبد الباری وجناب ابو الکلام آزاد وعبد الماجد بدایونی صاحبان تو نہیں گم گئے اب اونسے جواب کیلیے کہیے کہ بات صاف ہونے پر باہم آپ کے شریک ہوجائیں گے یا آپ ہمارے۔

۱۷

اطلاع

جناب مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کو رئیس وفد جماعت مناظرین کہنا غلط ہے ارکین جماعت اپنے مطالبوں کی بناپر اتمام حجت تامہ کا مناظرہ کرنے تشریف لیگئے تھے جنھیں وقت ندیا گیا اور مولانا سید سلیمن اشرف صاحب اپنے انفرادی خط کی بناپر فقط۔

ارکین جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثناء

۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ

نامی نامہ جناب مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب جو جلسہ کی کیفیت واقعیہ کو ظاہر کرتا ہے اور کذابوں کے کذب کا پردہ کھولتا ہے

سیدی دامت برکاتہم سلام نیاز کے بعد گذارش حضور سے رخصت ہوکر مکان پہنچا یہاں آکر میں نے اتمام حجت تامہ کا مطالعہ کیا فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی۔

میں سچ عرض کرتا ہوں اور بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس مکالمہ میں ایسی بین اور زبردست فتح ہوئی ہے جسکا کبھی تصور بھی نہ تھا۔ وہ بے معنی پرجوش مجمع جو گاندھی اور شوکت علی کے خلاف کوئی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتا۔ محمد علی جناح اور لاجپت رائے کو یہ میسر نہیں ہے کہ ایک کلمہ خلاف کا زبان سے نکال سکیں۔ ناگپور میں شوکت علی کو مولانا نہ کہنے اور مسٹر کہنے پر محمد علی جناح کو نعیم شیم او غیرت غیرت کے آوازے سننے پڑے۔ اور بریلی کے جلسہ کیلئے تو تمام ہندوستان میں شور مچایا گیا تھا اور اخباروں اشتہاروں کے ذریعہ سے بہت جوش پھیلا دیا گیا تھا۔ ہزار مولوی ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اس مجمع میں روبرو کھڑے ہوکر خلافت کمیٹی کے تمام ارکین کا ایسا صریح خلاف کر سکتے۔ اگر یہ جلسہ بریلی میں ہوتا تو یہ بات میسر نہ آتی۔ مگر بے شبہہ یہ حضرت کی کرامت اور حضرت کے فضل و کمال کی ہیبت تھی کہ ابوالکلام جیسے زبان آور شخص کو مجمع میں یہ سب کچھ سننا پڑا۔ میرا خیال ہے کہ ضرور

Marfat.com

ابو الکلام کو اتمام حجت کے مطالعہ کا موقع مل چکا تھا۔ اور اوسی نے اون میں ہمت باقی نہ چھوڑی تھی حقیقۃ الامر یہ ہے کہ یہ لوگ ترک موالات کو حکم شریعت سمجھکر نہیں مانتے ہیں یہ تو مسلمانوں کو اپنے موافق کرنے کے لئے آیتیں تلاوت کر لیتے ہیں مانتے تو ہیں گاندھی کا حکم سمجھ یہی وجہ ہے کہ ترک موالات کیساتھ ہنود سے موالات فرض سمجھتے ہیں آج تمام ہندوستان جانتا ہے کہ خلافت کمیٹی صرف گورنمنٹ سے ترک موالات بتاتی ہے۔ اور ہنود سے موالات بلکہ اونکی رضا میں فنا ہو جانا ضروری قرار دیتی ہے۔ اور اسپر ہمیشہ مجمعوں میں زور دئے جاتے ہیں۔ اخباروں میں اسپر مضامین کس شدومد سے لکھے جاتے ہیں۔ اور یہ خلافت کمیٹی کا مقصود اعظم اور پہلا نصب العین ہے۔ خلافت کمیٹی گاندھی کی بدولت تو وجود ہی میں آئی اوسکے اشاروں پر تو چل ہی رہی ہے پھر ہنود سے ترک موالات حرام و کفر نہو تو کیوں نہو۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ ابو الکلام نے بھرے مجمع میں صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ بیشک موالات تمام کفار و مشرکین سے ممنوع و حرام ہے جیسے نصاریٰ سے ناجائز ایسی ہی ہنود سے ناجائز کون کہتا ہے کہ آیۂ ممتحنہ سے موالات غیر محاربین کا جواز نکلتا ہے کس ذمہ دار شخص نے ایسا کہا ہے اگر ہندوستان کے ۲۲ کروڑ ہندو سب کے سب گاندھی ہو جائیں اور مسلمان اونکو اپنا رہنما بنائیں تو یہ بت پرست ہیں اور اسکے سبب یہ تقریر پر زور الفاظ کیساتھ ابو الکلام نے اوس مجمع میں کی جہاں ہندو بکثرت موجود تھے مگر اونپر ایسا خوف غالب تھا کہ وہ اونکی دلداری بھول گئے اور یہ انکی کہنے لگے اگر اور کچھ نہوتا صرف اتنی ہی بات ہوتی جب بھی میں کہہ سکتا تھا کہ ہماری زبردست فتح و کامیابی اور اونکی حد درجہ کی ذلت و شکست ہوئی مجمع کو یہ باور کرانیکے لئے کسی دلیل کے کیا معنی اشارہ کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ خلافت کمیٹی محبت ہنود کو جزو ایمان سمجھتی ہے۔ وہ مجمع ہندوؤں سے ترک موالات کی فرضیت ابو الکلام کی زبان سے سنکر کیا اس بات کا اندازہ نہ کرسکا کہ اونپر کیسا خوف غالب ہے کہ یہ خلافت کمیٹی کے اصل اصول اور سنگ بنیاد ہی کو اوکھاڑے پھینکے دیتے ہیں۔ جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا حضرت کے سامنے اوسکی تصویر پیش کرنے سے عاجز ہوں۔ اس ایک ہی اقرار نے اونکی اور جمعیۃ العلماء کے تمام مجمع کی عزت و آبرو کو خاک میں ملادی۔ پھر کفریات کا شمار اور قربانی کے مسئلہ میں خلافت

Marfat.com

کمیٹی اور جمعیۃ العلماء دونوں کو مجرم قرار دینا مولوی عبد الماجد صاحب کے شانہ پر ہاتھ رکھکر یہ کہنا کہو میاں تمھاری بھی کہدیں پھر اون کے فد کر بنانے کا ذکر کرکے اوسپر کفر کا حکم لگانا۔ مولوی عبد الباری صاحب پر کفر کا حکم لگانا کفریات کا ذکر کرنا اور ابو الکلام کا سب سے جان چھڑانا کسی کا جواب ندینا یہ اونکے مبہوت اور حواس گم کردہ ہونے کی دلیل نہیں اونکے عجز تام اور لاجواب محض ہوجانے کا اٹل ثبوت نہیں تو کیا ہے۔ کیا وہ ایسا ہی خاموش ہوجانیوالا شخص ہے کیا کسی دوسرے مقام پر بھی اونکو ایسا ہی دبا سکتے تھے۔

بریلی میں جمعیۃ الوہابیہ کے جلسے میں اس اعلان کے ساتھ ابو الکلام اور تمام جمعیت کے موںھ پر اونکے کفر کے حکم لگائے جائیں اور وہ سب دم بخود وہاں ہوں۔ یقیناً یہ حضرت کی کرامت اور حق کی شاندار عظیم الشان فتح ہے۔

فتح میں کیا کسر رہ گئی کیا ابو الکلام اپنے مونھ سے یہ بھی کہدیتے کہ میں ہار گیا۔

جسوقت ابو الکلام تقریر کر رہے تھے میں اونکی برابر بیٹھا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ اونکا بدن بید کی طرح لرز رہا ہے یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ اوس مقابلہ کا اثر تھا یا اونکی ایسی عادت ہی ہے مجمع مولوی سلیمن اشرف صاحب کی تقریر کو دل لگا کر سن رہا تھا۔ لوگوں کی شکایت ہو رہی تھی کہ مولانا بلند آواز سے تقریر فرمائیں یہانتک اچھی طرح آواز نہیں پہنچتی۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے تھے یہ اثر دیکھکر خود ابو الکلام سبحان اللہ اور جزاک اللہ کہتے جاتے تھے۔ دوسرے روز اگرچہ جمعیۃ العلماء کا جلسہ تھا کانگریس کا جلسہ تھا وہ دوسری چیز ہے مگر جو متفرر ہند و ہو یا مسلمان وہ کل کی نعمت مٹانے اور بگڑی ہوئی بات کو بنانیکے درپے رہا اور کوئی صورت بات بنانیکی خیال میں نہ آئی بجز اسکے کہ ہم مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ حضرات آئے اور انھوں نے شرکت فرمائی۔ اور صلح ہوگئی۔ روانگی کیوقت بریلی کے اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھسے کہا کہ ابو الکلام جسوقت بریلی سے جا رہے تھے میں اونکے ساتھ تھا وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ اونکے جسقدر اعتراض ہیں حقیقت میں سب درست ہیں ایسی غلطیاں کیوں کیجاتی ہیں جنکا جواب نہو سکے اور اونکو اسطرح گرفت کا موقع نہ ملے میں اپنی اس مسرت کا اظہار نہیں کرسکتا جو مجھے اس فتح سے حاصل ہوئی۔ میدان مولوی سلیمن اشرف صاحب کے ہاتھ رہا۔ حضرت کے

غلاموں کی ہمت قابل تعریف ہے۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب نے ابوالکلام سے فرمایا کہ آپ تو توبہ کیجیے۔ اونھوں نے کہا کس چیز سے فرمایا اپنے کفریات سے یہ سنکر وہ بھوچکا ہوگئے اور کہنے لگے میں نے کیا کفر کیا ہے اوسوقت کسی کی نظر میں ابوالکلام ایک طالب علم کی برابر بھی نہیں معلوم ہوتے تھے ایک طرف سے مولانا برہان میاں اعتراض کرتے ہیں ایک طرف سے مولوی حسنین رضا خانصاحب الزام دیتے ہیں وہ سوائے قسمیں کھانے اور اپنے اوپر لعنت کرنے کے اور کچھ جواب ہی نہیں دیسکتے۔ یہ تمام کارروائی کرکے مولانا حامد رضا خانصاحب اون سے دستخطی تحریر چاہی۔ اونھوں نے روداد میں چھاپنے کا وعدہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ جبتک ہمارے ان ننشر سوالات کے جواب نہ ملیں اور ہر شخص اپنے اپنے کفریات سے توبہ نکرے اوسوقت تک ہماری آپکی صلح نہیں ہوئی۔ یہ نہایت زبردست باتیں تھیں اور حضرت کے صدقے میں ابوالکلام صاحب کو بالکل دبا لیا تھا۔ اب ضرورت ہے کہ جلد سے جلد انکی اشاعت کیجائے۔ اگرچہ وہ مضمون بڑھ گیا ہے لیکن روداد جلسہ کی صورت میں چھاپا جائے۔ اور آخر میں مطالبہ کیا جائے کہ جن باتوں کا ابوالکلام نے اقرار کیا ہے مثلاً ہنود سے ترک موالات اوسپر عمل کرکے دکھائیں اور اپنی تحریریں اوس اقرار کو شائع کریں اور جن کفریات سے مجمع عام کے اندر سکوت کیا گیا ہے وہ سب کے مسلم کفر ہوئے۔ اگر جواب ہوتا مجلس مناظرہ میں کس دن کیلئے اوٹھا رکھا جاتا نیز یہ کہ مولوی حامد رضا خانصاحب نے ننشر سوالوں کے جواب کا جو مطالبہ کیا تھا اوس کا جلد سے جلد جواب دیا جائے۔ یہ روداد کثیر تعداد میں بہت جلد شائع ہو تو نہایت بہتر۔ والسلام

حضور کا حلقہ بگوش

نعیم

Marfat.com

جانسوز فریاد حرم بدربار کرم

تم سے فریاد ہے سرکارِ رسالت میری
کیسے گمراہون کے حملون سے حفاظت میری

نام کے ہین جو مسلمان وہ عدو ہین میرے
انکے دل مین نہین واللہ محبت میری

ہین یہ سوراج کے خواہان نہین میرے طالب
دھوکے دینے کو یہ بنتے ہین جماعت میری

آپ ہی تو یہ نصارے کے مددگار بنے
آپ ہی روتے ہین چھپ چھپکے مصیبت میری

آپ کہتے ہین کہ اللہ نے ارشاد کیا ق
اب کبھی کفر سے ہوگی نہ معیت میری

آپ ہی کرتے ہین مونھ بھر کے خدا کی تکذیب
دستِ کفار مین گاگا کے حکومت میری

جنگِ بلقان مین چندے کے کیے لاکھون ہضم
نہ تو ترکون کی مدد کی نہ اعانت میری

انکو دعوے ہے کہ اسلام کو چمکاتے ہین
کیا کبھی پیس رہو گاندھی تھی شریعت میری

انکے ادونسے منایا جو ہین میرے بدخواہ
مشرکون سے یہ کرا ئینگے حمایت میری

فتح بغداد پہ جب تار نصارے کو دیے
حیف اوس وقت نہ یاد آئی مصیبت میری

فتح بغداد سے غم مجھکو ہوا انکو خوشی
واہ کیا خوب نباہی ہے رفاقت میری

نجدیون ہی نے ستم پہلے بھی مجھپر ڈھالے
دل سے ابتک نہ گئی انکے عداوت میری

اب بھی بدبخت وہی مجھپہ ستم کرتے ہین
چاہتے ہین کہ ہو برباد عمارت میری

انکے ظلمون نے تو بیحد مجھے مظلوم کیا
ہوگی محشر مین خدا سے یہ شکایت میری

مجھکو بتخانہ کا ہمسر سمجھتے ہین یہی
حاصل اسکو ہے بتاتے ہین زینت میری

عمر آیات و احادیث مین جتنی گزری
بت پرستی پہ چڑھادی یہ کی حرمت میری

چاہتے ہین کہ مقدس بنین سنگم پریاگ
میری مانند مقابل مرے صورت میری

گنگا جمنا کی زمینون کو مقدس بولین
معبد کفر کو دیتے ہین طہارت میری

بت پرستون کو مساجد مین کیا واعظِ دین
بس چلے گا تو بنا ئینگے یہی گت میری

گاندھی کو بھیجدیا حق نے مذکر کرکے
انکے کفردن سے مکدر ہے طبیعت میری

خطبۂ جمعہ مین داخل کرین مدحِ مشرک
مجھ مین بت رکھ کے مگر چاہینگے حرمت میری

گئو ماتا کو بچاتے ہین یہ قربانی سے
مشرکون سے یہ ہے الفت کہ محبت میری

Marfat.com

ارتھی مشرک کی اوٹھاتے ہین دھرم سے تو کہین — شیوۂ کفر ہے یہ یا ہے طریقت میری

رام لچھمن پہ چڑھین پھول تلک لگوائین — انکے ماتھون سے چمکتی ہے عداوت میری

پوجنے کیلیے قرآن کو مندر لیجائین — بت پرستو۔ نہ رہی تم کو ضرورت میری

ساتھ قرآن رکھا ڈولے مین رامائن کے — کیون نہ بت خانہ سے پھر جا ہو معیت میری

تمکو مجھ سے مجھے اب تم سے علاقہ کیا ہے — کیون نہ بیزار ہو اب تم سے جماعت میری

پیٹھ دیکر مجھے پھر میری مدد کا دعوے — مونھ ہو گنگا کی طرف اور اعانت میری

انھین دنیا کے طلبگارون نے لیڈر بنکر — لاکھون چندے کے ڈکارے ہین بدولت میری

ق

فخر سے کہتے ہین ہر دم کہ ہین رہبر گاندھی — معترض ہوتی ہے جب اس پہ جماعت میری

تو نصاریٰ کے طرفدار بتاتے ہین اسے — کیا نہین ہے یہ کھلے بندون اہانت میری

گاندھوی فرقہ مرا نام نہ لے دور الگ — نہ مجھے تیری نہ تجھکو کوئی حاجت میری

صاحب فتح تمہین ہین مرے مولیٰ پیارے — اب ہوئی اب ہوئی سرکار سے نصرت میری

المشتہر فقیر غریب اللہ قادری رضوی بریلوی

عکس: رسالہ دوامغ الحمیر صفحہ ۶۲ تا ۶۴

Marfat.com

Marfat.com

ابوالکلام آزاد
کی
تاریخی شکست

دار المطالعہ
کتاب نمبر 244

تحریک پاکستان کا ایک ناقابل فراموش باب

ترتیب
محمد جلال الدین قادری

مکتبہ رضویہ لاہور

Marfat.com